مرکز احیاء الفکر الاسلامی کا دینی، دعوتی، علمی، ادبی، تحقیقی، فکری اور اصلاحی ترجمان

# ماہنامہ نقوش اسلام


| Issue.No.3 | مئی ۲۰۰۹ء (May,2009) جمادی الاول ۱۴۳۰ھ | VOL.No.4 |
| --- | --- | --- |



**زیر سرپرستی**

مفکر ملت حضرت سید محمد رابع حسنی ندوی
ولی مرتاض حضرت مولانا سید مکرم حسین سنسار پوری
عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبد القیوم رائے پوری

**مجلس مشاورت**

مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی — مولانا محمد عامر صدیقی ندوی
مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی — الحاج موسیٰ بھائی درسوت
مولانا سید عبد اللہ حسنی ندوی — مولانا محمد احمد صالح جی
مولانا حافظ قاری محمد ایوب — مولانا محمد اختر قاسمی

**مجلس ادارت**

مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی ❁ مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری ❁ مولانا حمید اللہ قاسمی کبیر نگری

**چیف ایڈیٹر**: محمد مسعود عزیزی ندوی
**مدیر انتظامی**: حافظ عبد الستار عزیزی
**مدیر معاون**: ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی



**شرح خریداری**

ہندوستان کے لیے
فی شمارہ........۱۰/روپے
سالانہ........۱۰۰/روپے
خصوصی........۳۰۰۰/روپے
ایشیائی، یورپی افریقی وامریکی ممالک کے لیے ۲۰ ڈالر



**ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ**

NUQOOSH-E- ISLAM
MUZAFFARABAD.SAHARANPUR.247129
(U.P)INDIA.Ph.0132.2775452.Cell.09719831058
E.mail : nuqooshe_islam@yahoo.co.in
masood _azizinadwi@yahoo.co.in
ماہنامہ ”نقوش اسلام“ مظفرآباد، سہارنپور 247129 (یوپی) انڈیا

رسالہ کے جملہ امور سے متعلق اس نمبر پر رابطہ کریں: 09719639955

**منیجر توسیع واشاعت**: قاری محمد صالحین
09675335910/ 09813806392



Markazu Ihyail Fikril Islami , A/C No. 30416183580,S.B.I
Monthly Nuqoos-e-Islam, A/C No. 30557882360,S.B.I

PRINTER, PUBLISHER AND OWNER MOHD.MASOOD AZIZI NADVI
PRINTED BY UNION PRINTING PRESS DEOBAND SAHARANPUR PUBLISHED AT
Vill&P.O.MUZAFFARABAD, DISTT.SAHARANPUR (U.P) **EDITOR**:MOHD.MASOOD AZIZI NADVI

iles\A017.TI not found. Files\A025.TIF not found. iles\A017.TI not found.

# اس شمارے میں


| عناوین | مضمون نگار | صفحہ |
|---|---|---|
| **اداریہ** | | ۳ |
| خالق کائنات کی تدبیراورانسان کی سوچ | محمد مسعودعزیزی ندوی | |
| **راہ عمل** | | ۵ |
| عورتیں زندگی کیسے گزاریں؟ | حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی | |
| **حقائق** | | ۱۱ |
| علم حدیث میں ہندوستانی علماء...... | مولانا حسن الرحمٰن ندوۃ العلماء لکھنؤ | |
| **فکروعمل** | | ۱۵ |
| موجودہ حالات میں ملت اسلامیہ کی ذمہ داری | مولانا اسرارالحق قاسمی | |
| **انکشاف** | | ۱۷ |
| فتوی کی دنیامیں الکٹرونک مفتی کی آمد | شیخ ابوعلی | |
| **سیرت وکردار** | | ۱۹ |
| مسلم خواتین کے سچے واقعات | مولانا محمد شیث ادریس تیمی دہلی | |
| **مسائل وفقہ** | | ۲۳ |
| امامت کے مسائل اوراحکام | محمد مسعودعزیزی ندوی | |
| **تجزیہ** | | ۲۶ |
| ہندوپاک کے فقہی مکاتب...... | مولانا سید محمد عبدالرشید ندوی | |
| **درس اتحاد** | | ۳۰ |
| اختلاف امت اوراتحاد کی سبیل | مفتی رحمت اللہ نیپالی ندوی، لکھنؤ | |
| **یادرفتگاں** | | ۳۶ |
| تکمیل تیرے عزم کی ہوگی کیسے...... | مولانا محمد منذر ندوی، احمد آباد | |
| **فکرونظر** | | ۳۸ |
| حالت حیض میں عورت کے ساتھ سلوک | مولانا عبیداللہ ندوی، رائے بریلی | |
| **سیاسیات** | | ۴۰ |
| تم میں یہ طرف داری کہاں سے آگئی؟ | مولانا فتح محمد ندوی، جامعہ ملیہ | |
| **فضائل** | | ۴۲ |
| دعاء کے آداب | مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری | |
| **مراسلات** | | ۴۷ |
| آپ کے خطوط | | |
| **حالت حاضرہ** | | ۴۸ |
| عالمی خبریں | حافظ عبدالستار عزیزی | |



**ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے لئے شرح اشتہار**

| | | |
|---|---|---|
| ٹائٹل صفحہ آخر رنگین | (فل سائز)............ | ۳۰۰۰ |
| // // اول اندرونی | // //............ | ۲۵۰۰ |
| // // آخراندرونی | // //............ | ۲۰۰۰ |
| صفحہ اندرونی | (فل سائز)............ | ۱۰۰۰ |
| آدھاصفحہ اندرونی | ............ | ۶۰۰ |
| ¼ صفحہ // | ............ | ۴۰۰ |


**نوٹ:** شائع شدہ مضامین سے ادارہ کامتفق ہوناضروری نہیں، ہرقسم کی چارہ جوئی کاحق صرف عدالت سہارنپورکوہی ہوگا۔


**پرنٹر پبلیشر:** محمد مسعودعزیزی ندوی نے یونین آفسٹ پریس دیوبند میں طبع کراکے دفتر ماہنامہ نقوش اسلام مظفرآباد سے شائع کیا

**کمپوزنگ:** عزیزی کمپیوٹرسنیٹر: مرکز احیاء الفکرالاسلامی مظفرآباد، سہارنپور،یوپی (الھند)

ادارہ

# خالق کائنات کی تدبیر اور انسان کی سوچ

محمد مسعود عزیزی ندوی

ہر ذی شعور و دانشمند حقیقی واقعہ یا حقیقی بات کو بغیر کسی تامل وتر دد کے تسلیم کر لیتا ہے، مگر پھر بھی بہت سی باتیں جو سنی ہوئی ہوتی ہیں، یا کتابوں میں قصے کہانیوں کے طور پر پڑھی ہوتی ہیں، ان میں بعض مرتبہ شبہ پیدا ہو جاتا ہے کہ معلوم نہیں یہ واقعہ یا یہ بات درست ہے یا نہیں کیونکہ جب آدمی کوئی بات کہتا ہے یا کوئی روداد سناتا ہے، تو وہ کہتا ہے کہ میں نے فلاں سے سنا ہے، یا میں نے فلاں کتاب میں یہ پڑھا ہے، یا فلاں نے مجھے بتایا ہے، تو اس کی بات زیادہ قابل اطمینان نہیں ہوتی، مگر جب یہ کہتا ہے کہ میرے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا، یا میں نے یہ چیز اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے، تو اس کی بات پر یقین کر لیا جاتا ہے۔

انسان کی فکر اور سوچ محدود ہوتی ہے، اس لیے بعض مرتبہ ایسے پلاننگ کرتا ہے جو اس کے حق میں اچھے نہیں ہوتے، مگر اس کا خالق جانتا ہے کہ اس میں خیر ہے یا شر، اس لیے وہ اپنے بعض بندوں کو ایسی چیز میں ملوث ہونے سے محفوظ رکھتا ہے جس میں اس کے لیے شر ہو، اگر چہ بندہ کو اس میں بظاہر بھلائی معلوم ہوتی ہو، مگر حقیقت میں اس کو نقصان ہوتا ہے، تجربات اور حقائق سے بھی یہ پتہ چلتا ہے کہ انسان کچھ سوچتا ہے، مگر اس کا خالق کچھ اور چاہتا ہے، انسان بعض مرتبہ اپنی ہوشیاری اور سمجھداری سے اپنی بھلائی وفلاح کے لیے کوئی کام کرتا ہے یا کرنے کا ارادہ کرتا ہے چاہے وہ نیک نیتی پر ہی کیوں نہ ہو، مگر اللہ تعالی اس کو ناپسند کرتا ہے اور اس کی خواہش کے برخلاف کرتا ہے، کیونکہ اللہ تعالی جانتا ہے کہ میرے اس بندے کے حق میں کونسی چیز بہتر اور کونسی چیز غلط ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے ”بہت سے کام تم لوگ پسند کرتے ہو مگر وہ تمہارے حق میں برے ہوتے ہیں اور بہت سے کام تم ناپسند کرتے ہو مگر وہ تمہارے لیے بہتر اور باعث خیر ہوتے ہیں اور اللہ تعالی جانتا ہے تم لوگ نہیں جانتے“۔

ایک شناسا اور اس کی اہلیہ کو ایک رفاہی ادارہ کی طرف سے کچھ دنوں سے بطور مدرس اور معلّمہ کے کچھ مشاہرہ ملتا تھا، جس کو وہ اپنے ادارے میں شامل کر لیا کرتے تھے اور ادارے کی طرف سے جو مشاہرہ متعین تھا اس کو لے لیا کرتے تھے اور اپنے گھر کے اخراجات میں صرف کرتے تھے، یہ سلسلہ کچھ دنوں تک یوں ہی چلتا رہا، مشاہرہ جب آتا تو ادارے کے فنڈ میں ڈال دیا جاتا تھا اور ادارے سے مختصر سا جو ملتا، اس میں سے اپنے گھر کی ضروریات کو پورا کیا جاتا، مگر اس مرتبہ سال نو کے شروع ہونے پر یہ پروگرام بنایا کہ امسال سے ہمیں جو مشاہرہ اپنے ادارے کی طرف سے ملتا ہے، اس میں سے کچھ کم کر دیا جائے اور باقی رقم

جو حاصل ہو اس سے اپنے گھر کے اخراجات پورے کئے جائیں اور جو رقم رفاہی ادارے کی طرف سے ملتی ہے اس میں سے حسب ضرورت لے کر باقی رقم اپنے دونوں بچوں کے نام سے اکاؤنٹ میں ڈالدی جائے تا کہ مستقبل میں ان کے کام آئے، مقصد یہ تھا کہ ایک تو یہ رقم باہر سے باہر بچ جائیگی، اور بچوں کی پڑھائی اوران کی ضروریات میں صرف کی جائے گی، ان کے ذہن میں یہ پلان تھا جس کو وہ بہت اچھا سمجھ رہے تھے۔

••••————————••••

مگر خالق کائنات دوسری ترتیب بنا رہا تھا چونکہ رفاہی ادارے کی طرف سے ہر چار ماہ کا وظیفہ ایک ساتھ ملتا تھا، اس لیے جب جنوری کا مہینہ آیا، پورا مہینہ گزر گیا مگر وظیفہ نہ آیا، تو پتہ چلا کہ یہ مشاہرہ زکوۃ کی رقم سے ملتا تھا اور اس ادارے کے سرپرستوں میں ایک بڑے مفتی ہیں جنھوں نے فتوی دیا ہے کہ زکوۃ کی رقم اساتذہ اور دعاۃ کو نہیں دی جاسکتی، اس وجہ سے مشاہرہ بند کر دیا گیا، وجہ جو بھی رہی ہو، مگر اس سے ایک تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ پہلے وہ اس رقم کو مدرسہ کی رقم میں ملا کر خرچ کر دیا کرتے تھے اور خود مدرسہ سے لیتے تھے، اب کہ انہوں نے اس کو باہر سے باہر لینے کا پروگرام بنایا تھا اور چونکہ یہ زکوۃ کی رقم ہوتی تھی اس لیے اللہ تعالی نے اس سے بچایا، دوسری بات یہ کہ اب کہ انہوں نے ایسا پلان بنایا تھا جو بظاہر اپنے مستقبل اور بچوں کے مستقبل کے حساب سے صحیح تھا، مگر شاید اللہ تعالی کی مصلحت کچھ اور تھی، اس لیے اللہ تعالی کی قدرت کا مظاہرہ ہوا۔

••••————————••••

غرضیکہ جب اللہ تعالی اپنے بندوں کو بچانا چاہتا ہے تو وہ غیب سے ایسا انتظام کرتا ہے جو انسان کی سمجھ سے باہر ہے، نیز جب وہ اپنی قدرت کا مظاہرہ کرتا ہے تو اہل دنیا کی ساری تدبیریں اور سارے پلاننگ بے کار ہو جاتے ہیں، اس لیے اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے، اسی نے پیدا کیا ہے وہی روزی کا بندوبست کرے گا، یہ اس کا وعدہ ہے، قرآن پاک میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ ''زمین پر جتنے بھی چوپائے (جاندار) ہیں سب کو اللہ تعالی رزق پہنچائے گا''۔


## شوگر ختم

جو لوگ شوگر کے مرض میں مبتلا ہوں وہ اب مایوس نہ ہوں، قدرت نے ہر بیماری کے ساتھ اس کا علاج بھی پیدا کیا ہے، ہمارے دیسی علاج سے شوگر کا مرض ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتا ہے اور دوبارہ اس کا حملہ نہیں ہوتا، شوگر کے وہ مریض جو انگریزی دوائیں کھاتے کھاتے پریشان ہو گئے ہوں اور آرام نہیں ہوتا تو وہ علاج کے لیے آج ہی ہمیں لکھیں، ملیں یا فون پر رابطہ کریں۔

## مایوسی کی ضرورت نہیں

بواسیر۔ پتھری۔ پورے بدن کا درد۔ گٹھیا۔ سانس کا پھولنا

اس کے علاوہ

زنانہ ومردانہ پوشیدہ امراض کا مکمل کامیاب علاج

کمزوری چاہے کسی بھی عمر میں ہو

شادی سے پہلے یا بعد میں کھوئی ہوئی طاقت دوبارہ حاصل کریں۔

فون نمبر: 05922-250995
موبائل: 09412391643

## پھول والے حکیم

محلّہ ملانہ، امروہہ، ضلع جے۔پی۔نگر
(یو۔پی) 244221

اشتہار

راہِ عمل

# عورتیں زندگی کیسے گزاریں؟

افادات مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ........................مرتب: مولانا محمد عزیز اللہ ندوی ادارۃ الصدیق بہٹ

**اللہ تعالی نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو اسلام عطافرمایا:**

اللہ تعالی کا شکر واحسان ہے کہ اس نے ہم کو مسلمان بنایا، مسلمان گھروں میں پیدا کیا اور ایمان نصیب فرمایا اور شریف گھرانوں میں ہم نے آنکھیں کھولیں اور دین دار گھرانوں میں ہماری پرورش ہوئی اور پھر یہ احسان عظیم فرمایا کہ مردوں سے اللہ تعالی نے تبلیغی کام شروع کرایا اور اس کی برکات گھروں تک پہنچیں اور اب تو اللہ کے فضل وکرم سے گھروں میں ہماری مائیں، بہنیں تبلیغی کام کرنے لگیں، اس کی برکات سے ہم اچھا برا سمجھنے لگے، حرام حلال، نیک وبد، جائز ناجائز، اللہ کس کام سے راضی یا ناراض ہوتا ہے، اس کی کچھ ہم کو سوجھ بوجھ ہونے لگی اور اس کی کچھ پوچھ گچھ بھی شروع ہوئی کہ زندگی میں کون کونسی چیزیں ہیں جو اللہ ورسول کو پسند ہیں اور کون کون سی چیزیں ایسی ہیں جو اللہ کو ناپسند ہیں، معاشرت کیسی ہونی چاہئے، گھروں میں رہنا سہنا کیسا ہونا چاہئے، لباس و کپڑے کون سے شریعت کے مطابق ہیں اور کون سے شریعت کے خلاف ہیں، ان باتوں کا اب گھروں میں تذکرہ ہونے لگا ہے، دینی کتابیں پڑھی جانے لگیں ہیں، ہمارے ہندوستان و پاکستان میں تو خدا کے فضل سے اب یہ کام بہت بڑھ رہا ہے اور دینی سمجھ پیدا ہو رہی ہے، یہاں جو خاندان پہلے سے آ گئے ہیں ان کے متعلق تو ہم نہیں کہہ سکتے لیکن اب جو خاندان آ رہے ہیں خاص کر گجرات کے علاقے کے ان میں برکات ہیں، ہمارے گجرات کے بھائی ضلع سورت ضلع بھروچ وغیرہ کے کہ وہ تبلیغی کام کرتے ہیں اور عورتیں بھی بہت سی بیعت ہونے لگیں اور نظام الدین جانے لگیں ہیں، خدا کے فضل وکرم سے یہاں بھی بہت کچھ خیر وبرکت ہے۔

**مغربی تہذیب کا اصول "کھاؤ، پیو، مست رہو":**

آپ سب اس ملک میں آئی ہیں، اپنے شوہروں کے ساتھ، اپنے بھائیوں کے ساتھ، اپنے والدین کے ساتھ، یہاں بہت دنوں سے بلکہ سیکڑوں برس سے کوئی خدا کا خوف، شرم وحیاء، لحاظ اور تہذیب نہیں رہی، یہاں صرف ایک ہی کام رہا "کھاؤ پیو، مست رہو"۔

چنانچہ ان کے یہاں انگریزوں میں کہاوت، کھاؤ پیو، مست رہو، مگن رہو، یہ مگن رہنا ان کے یہاں زندگی کا اصول ہے، جس میں آدمی مگن رہے، مست رہے، موت کبھی بھول کر بھی یاد نہ آئے کہ ہم کو مرنا ہے، ہم کو خدا کے سامنے جانا ہے، یہاں جو مزے اڑائے ہیں ان کا جواب دینا ہے، یہاں جو موج مستیاں اڑائی ہیں ان سب کا پائی پائی حساب دینا ہے، یہ باتیں ایسی بھلائی گئی ہیں کہ یاد دلانے سے بھی یاد نہیں آتیں۔

یہاں ان کی زندگی کا اصول یہ ہے کہ آدمی موت کو بھولا رہے، آخرت کو بھولا رہے، اللہ کو، رسول کو چھوڑے رہے اور صرف عمدہ سے عمدہ کھانا، اچھی سے اچھی صحت بنانا، جوانی کا مزہ اڑانا اور دولت کے مزے اڑانا یاد رکھے، پس یہاں کی زندگی کا اصول بن گیا ہے۔

لیکن خدا تعالی کے فضل وکرم سے ہمارا جس مذہب سے تعلق ہے اور جس ملک سے تعلق ہے، جن لوگوں سے تعلق ہے، ان کی زندگی کا یہ

اصول نہیں ہے، ان کو تو یہ بتایا گیا ہے کہ دنیا تو کافر کی جنت ہے اور مسلمانوں کا جیل خانہ ہے، جیل خانہ میں آدمی موج نہیں اڑاتا، جیل خانہ میں آدمی آزاد نہیں ہوتا کہ گھومنے پر آیا تو گھومتا چلا گیا، کھانے پر آیا تو کھاتا چلا گیا، جو دل میں بات آئی، جو من چاہت ہوئی بس وہ کر گزرے، کوئی روک ٹوک نہیں، کوئی پابندی نہیں، جیل خانے میں تو گھومنے پھرنے کی جگہ بھی نپی تلی اور کھانے کا حساب بھی نپا تلا، کھانے کو جی کچھ چاہتا ہے مل کچھ رہا ہے، پسند کچھ ہے اور کھلایا کچھ جارہا ہے، کبھی پہننے کو جی چاہا، کبھی سیر و تفریح کا جی چاہا، ہوا خوری کا جی چاہا، مگر یہ تو چہار دیواری، یہ تو جیل کی کوٹھری اور کافر کے لیے کیا ہے؟ بس ایک بہت بڑا پارک، ایک بہت بڑا باغ، ایک بہت بڑا چمن، چاہے لوٹے، چاہے پوٹے، چاہے گھومے، چاہے ننگا پھرے، چاہے چھکے، چاہے بیل کی طرح چلے، کھائے پیئے، کوئی بولنے والا نہیں، کوئی پوچھنے والا نہیں، تو دنیا کافر کی جنت اور مومن کا جیل خانہ ہے۔

**دنیا میں اس طرح رہو جیسے تم پردیس میں ہو:**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کن فی الدنیا کأنك غریب او عابر سبیل" دنیا میں اس طرح رہو جیسے کہ تم پردیس میں ہو جو راستہ چلتا مسافر، جو مسافر ہے اس کا جی نہیں لگتا، وہ کسی کو اپنا گھر نہیں بناتا، کسی اسٹیشن پر ٹھہر نہیں جاتا، دیکھتا سب کچھ ہے، گزرتا سب جگہ سے ہے لیکن اپنے وطن کو نہیں بھولتا اور اپنی منزل کو نہیں بھولتا کہاں سے چلے تھے، کہاں جانا ہے اور جہاں جانا ہے وہاں سے کام کر کے فوراً آنا ہے، جیسے چڑیاں دن بھر اڑتی رہتی ہیں، جیسے کبوتر ہو مینا ہو، جو دن بھر اڑتی رہتی ہیں اور دن بھر جگہ جگہ سے دانہ چگتی رہتی ہیں، لیکن اپنے آشیانہ کو اپنے گھونسلے کو بھولتی نہیں، کہیں پہنچ جائیں لیکن شام ہوئی کہ سیدھے اپنے گھر واپس ہوتی ہیں، کسی شاخ پر وہی تنکوں اور پتیوں کا بنایا ہوا گھونسلا، دن بھر چاہے کسی امیر کے محل پر جا کر بیٹھے، چاہے کسی اونچی سے اونچی کوٹھی پر جا کر اپنا چارہ تلاش کرے، شام ہوئی تو اپنا گھر یاد آیا، بال بچے یاد آئے، اڑ کر وہاں پہنچیں، یہی مومن کا حال ہے کہ دنیا میں سارا دن گھومتا پھرتا رہے، کام کاج کرے، دکان پر بیٹھے دس دس گھنٹے ڈیوٹی دے لیکن اس کو اصلی بستی نہیں بھولتی، اس کو قبر کا کونا نہیں بھولتا، وہاں سیکڑوں، ہزاروں برس سونا ہے، اس کو آخرت نہیں بھولتی بس شام ہوئی یعنی جیسے ہی دنیا کا کام ختم ہوا اپنے اصلی وطن کی راہ لی۔

**مسلمانوں کو اپنا اصلی وطن نہیں بھولنا چاہئے:**

مسلمانوں کی زندگی ایسی ہی ہونی چاہئے، ہمارے لیے ہندوستان فرانس، جرمنی اور بڑے سے بڑا ملک امریکہ، کنیڈا سب برابر، ہم کہیں بھی ہوں اپنا وطن نہیں بھولنا چاہئے، کہیں بھی ہوں اپنا شام کا بسیرا، گھونسلا نہیں بھولنا چاہئے، چاہے وہ محل ہو چاہے جھونپڑا، لیکن دل ہمارا خدا کے پاس رہنا چاہئے، ہمارا جسم کہیں بھی ہو ہم کو اصلی جگہ کبھی نہ بھولنا چاہئے، جہاں ہم کو مدتوں رہنا ہے وہ قبر کا کونا ہے، جہاں اندھیرا ہے، قبرستان جو جنگل میں ہے، شہر کی آبادی سے دور، جہاں نہ شہر کے بچوں کی آواز پہنچ سکتی ہے، نہ بڑوں کی، وہاں تو آدمی ہے اور اس کا عمل، جو نمازیں ٹوٹی پھوٹی پڑھیں، جو کلمہ پڑھا، درود شریف پڑھا، وہ وہاں کام دے گا، اسی سے وہاں دل لگے گا، وہی وہاں کا تکیہ، وہی وہاں کا بچھونا، وہی وہاں کی روشنی، وہی وہاں کا چراغ اور وہی وہاں کی گنجائش اور وسعت، ورنہ وہ کونہ جہاں آدمی کروٹ بھی نہ لے سکے، وہاں جو کچھ کام آئے گا وہ نور ایمان کام آئے گا، اللہ کا نام کام آئے گا، زندگی میں اللہ تعالی کے ساتھ جو تعلق پیدا کیا ہے وہ کام آئے گا، نماز میں اگر یہاں دل لگا ہے تو وہاں بھی دل خوش ہوگا اور اگر کلمہ، نماز، ایمان کی باتوں میں دل نہیں لگا اور طبیعت ہمیشہ اچاٹ رہی اور وہی کپڑے لتے میں، زیور میں، کھانے پینے میں، کوٹھی میں، موٹر میں اگر دل پھنسا رہا، تو وہاں وحشت ہوگی، وہاں تو ان میں کوئی چیز موجود نہ ہوگی، یہ چیزیں تو کیا موجود ہوں گی، باپ بھی مدد کرنے کے لیے، ماں بھی دلاسہ دینے کے لیے، بیٹی بھی خدمت کرنے کے لیے، بیٹے بھی سلوک کرنے کے لیے وہاں موجود نہ ہوں گے، وہاں نہ ماں کی شفقت ہوگی اور نہ باپ کی مہربانی اور نہ اولاد کی سعادت مندی ہوگی اور نہ بیٹیوں کی خدمت ہوگی

وہاں وہی ایک نام اللہ کا، اللہ کا نام کام آئے گا اور ایمان کا نور کام آئے گا اور نماز روزے کا نور کام آئے گا، قرآن کی روشنی کام آئے گی اور جو اللہ کا ذکر کیا ہے بس وہی کام آئے گا۔

حدیث میں ہے کہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوگی، یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڈھا ہوگا، وہاں جو کام آنے والی چیزیں ہیں وہ خود کچھ نہیں، یہیں کے اچھے عمل باغ بن جائیں گے، انھیں اچھے عمل سے جنت میں ہوائیں آئیں گی، حدیث میں آتا ہے کہ قبر میں جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے، وہاں ان کو پہلے سے جنت کی ہواؤں کے جھونکے آنے لگتے ہیں، خوشبوئیں آنے لگتی ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی ہمارا ٹھکانہ ہے اور حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ مرنے کے وقت اور مرنے کے بعد جنت کا ٹھکانہ اس کو دکھا دیا جائے گا کہ تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے یا جنت ہے اور یہ بھی حدیث میں آتا ہے کہ اگر کسی کے اچھے عمل ہیں، ایمان سلامت لے کر گیا ہے، تو اس سے کہا جاتا ہے "نم کنومة العروس" سو جا جیسے کہ دولہن سوتی ہے اور اگر ایسا نہیں تو پھر منحوس کی طرح ہے۔

**قبر کی فکر ہی اصلی فکر ہے:**

اس گھر کی فکر کرنی چاہئے اور جو چیزیں وہاں کام آنے والی ہیں ان کی فکر کرنی چاہئے، یہاں کے سامان کا حال یہ ہے کہ بچپن کا سامان جوانی میں کام نہیں آتا، جوانی کا سامان بڑھاپے میں کام نہیں آتا، بچپن میں جو کپڑے تھے جوانی میں پہنے نہیں جاتے اور جوانی کے جو کپڑے ہیں وہ بڑھاپے میں پہننا مناسب نہیں، یہ تو جوانی کے شوق تھے، بڑھاپے کا کپڑا اور ہوتا ہے اور اب تو دو مہینے پہلے کے کپڑے اس زمانے میں کام نہیں آتے، یہاں یورپ پر تو ایسی مصیبت آئی ہے اور اس کی بدولت ساری دنیا پر یہاں مہینہ دو مہینہ میں فیشن بدلتے ہیں، پہلے فیشن کے مطابق جو کپڑے بنالیئے اب جب فیشن بدل گیا تو بالکل پرانے اور دقیانوسی معلوم ہونے لگتے ہیں اور ان کو پہن کر جانا، شادی بیاہ میں جانا معیوب سمجھا جاتا ہے، ایسی بے مروت تہذیب آنکھ چرانے والی اور منہ موڑنے والی اور جلدی سے بدل جانے والی اس پر آدمی اگر دل لگائے تو اس سے زیادہ بے عقل کون ہوگا۔

**حضرت ابراهیم علیه السلام کا واقعه:**

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب ستارا دیکھا تو کہا کہ یہ تو بڑا چمکدار ہے، کچھ تعجب نہیں کہ دنیا کا پیدا کرنے والا یہی ہو، جب ستارا غروب ہوا اور ڈوب گیا تو انہوں نے کہا یہ تو کچھ نہیں اس کا کوئی بھروسہ نہیں، پھر چاند دیکھا تو کہا، سبحان اللہ چاند کا کیا کہنا، کیسی روشنی ساری دنیا روشن، ساری دنیا میں چاندنی پھیلی ہوئی ہے، انہوں نے کہا شاید یہی خالق ہو، پھر جب یہ بھی غروب ہوا تو کہنے لگے کہ یہ بھی کچھ نہیں اس کا بھی بھروسہ نہیں، پھر جب سورج نکلا اور جب انھوں نے اس کی چمک دیکھی اور دن ہوا تو کہنے لگے واہ! اس سے بڑھ کر تو کوئی روشن نہیں، ستارہ بھی اس کے سامنے ماند اور چاند بھی اس کے سامنے شرمندہ بس یہ سورج ہی سورج ہے، پھر جب سورج بھی ڈوبنے لگا تو کہنے لگے " لااحب الآفلین" میں ایسے منہ چھپانے والے اور ایسے بے مروت اور ایسے آنکھیں بند کر لینے والے سے اپنا دل نہیں لگا سکتا، جس کے ساتھ دل لگائے وہ "حی وقیوم" ہو، وہ ہمیشہ رہنے والی ذات ہو، وہ ہمیشہ ساتھ دینے والی ذات ہو۔

**حضرت ابراهیم کا دیا هوا سبق یاد رکھنا چاهئیے:**

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو ہمارے آپ کے سب کے مورث اور بزرگ ہیں اور ہمارے پیغمبر بھی ہیں اور سب سے آخیر آنے والے ہمارے پیغمبر کے دادا بھی ہیں، انھوں نے یہ سبق دیا کہ جو بے مروت ہو جو آنکھیں پھرانے والا ہو اس سے دل نہ لگانا چاہئے، جوانی بھی ایسی ہی دولت ہے اور طاقت بھی ایسی ہی اور زندگی بھی ایسی ہی اور دنیا بھی ایسی ہی اور یہ فیشن بھی ایسا ہی، یہ سب منہ چھپانے والے، ساتھ چھوڑ دینے والے، بچھڑ جانے والے اور بے وفا، بے مروت، طوطا چشم، ان سے دل لگانا اس سے بڑھ کر کوئی حماقت نہیں، اگر کسی نے سمجھا کہ بس جوانی ہی جوانی کے کام کرنا چاہئے اور کچھ لحاظ

نہیں کرنا چاہئے پھر یہ جوانی نہیں آئے گی، جب بڑھاپا آنے لگے گا یہ صورت نہ رہے گی، یہ رنگ وروپ نہیں رہے گا، اس وقت معلوم ہوگا کہ ہم نے اس بے وفا جوانی کی وجہ سے اس رحمٰن ورحیم خدا کی نافرمانی کی، خدا کی رحمت کبھی ساتھ نہیں چھوڑتی وہ ہمیشہ کام آتی ہے، وہ اندھیرے میں، اجالے میں، امیری میں، غریبی میں، جوانی بڑھاپے میں، وطن وپردیس میں ہرجگہ ہمیشہ ساتھ دینے والی ہے" اللہ معکم" اللہ تمہارے ساتھ ہے، اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ جب تم تین ہوتے ہو تو چوتھا خدا ہوتا ہے، چار ہوتے ہو تو پانچواں خدا ہوتا ہے، تھوڑے ہوتے ہو یا بہت ہوتے ہو، بازار میں ہوتے ہو یا گھر میں ہوتے ہو، ہم ساتھ ہوتے ہیں، اللہ تعالی ہرجگہ موجود ہے اور ہر ایک کو دیکھنے والا ہے اور ہر ایک کی مدد کرنے والا ہے، اللہ تعالی فرماتے ہیں "واذا سئلك عبادی عنی فانی قریب" جب میرے بندے میرے متعلق پوچھتے ہیں کہ خدا کہاں ہے؟ دور ہے کہ قریب، تو کہہ دو کہ میں قریب ہوں، وہ ہر پکارنے والے کی پکار سنتا ہے، تو ایسے خدا کا ساتھ دے اور ایسے مالک مہربان کا ساتھ دے، ایسے شفیق، ایسے رحیم، ایسے ناصر اور معین، ایسے مدد کرنے والے، ایسے رحم کھانے والے، ایسے ہاتھ پکڑنے والے، سہارا دینے والے خدا کا ساتھ دیا جائے یا بے وفا جوانی کا، یا بے وفا حسن وجمال کا، یا بے وفا ساتھیوں کا، یا بے وفا رفیقوں کا، یا باتیں بنانے والی بہنوں اور سہیلیوں اور ہم عمر عورتوں کا اور ایسے فیشن کا جو صبح ہے تو شام اس کا ٹھکانہ نہیں اور شام ہے تو صبح اس کا ٹھکانا نہیں، اس کا ساتھ دے کر اللہ کی نافرمانی کرے، اس سے بڑھ کر کون سی حماقت اور بے عقلی ہوسکتی ہے، اس خدا کا کیوں ساتھ نہ دے، جو ہر وقت ہمارے ساتھ ہے، یہاں بھی کام آئے گا اور قبر میں اس کی دست گیری کام آئے گی اور حشر میں مرنے کے بعد تو وہی ہے کوئی اور ہے ہی نہیں، تو میری بہنو! اور ماؤں! اس خدا سے تعلق پیدا کرنا چاہئے، اس سے انس پیدا کرنا چاہئے، اس سے ایسی جان پہچان پیدا کر لینی چاہئے اس پر ایسا بھروسہ ہونا چاہئے، ایسا اس کے ساتھ تعلق ہونا چاہئے کہ آدمی کو ہر وقت ایک ڈھارس رہے، ہر وقت حوصلہ رہے کہ ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے، ہمارا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے، ہماری دولت کو اگر کوئی لے لے تو ہمارے ایمان کو تو کسی نے نہیں لیا، اگر ہماری جوانی ختم ہوگئی تو ایمان تو ختم نہیں ہوا، خدا کا ساتھ تو نہیں چھوٹا، اگر دولت نے منہ چھپالیا اور بے وفائی کی، اگر شوہر نے بھی بے وفائی کی، اگر ساتھیوں نے بھی بے وفائی کی تو کوئی رنج نہیں، اگر ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے، تو سب کچھ ہمارے ساتھ ہے، ساری دنیا ہمارے ساتھ ہے۔

**جس نے بادشاہ کو لیا اس کو سب مل گیا:**

ایک قصہ ہے کہ ایک بادشاہ نے موج میں آکر اپنی رعیت سے کہا کہ آج جو کوئی جس چیز پر ہاتھ رکھ دے گا وہ چیز اس کی ہو جائے گی، بادشاہ کو خوشی کی کوئی بات ہوئی تھی، شاید کوئی لڑکا پیدا ہوا تھا، یا کسی ملک کے فتح ہونے کی خبر آئی تھی، لہٰذا خوشی میں یہ کہا کہ جس پر جو ہاتھ رکھ دے اس کی ہو جائے گی اور وہ اس کا مالک ہو جائے گا، بس کیا پوچھنا، بن آئی لوگوں کی، جو وہاں پر غلام، باندیاں، وزیر، امین اور سلطنت کے کرتا دھرتا وہاں جمع تھے، بس ان کی بن آئی، اب کسی نے بادشاہ کے تخت پر ہاتھ رکھ دیا، کسی نے فرش پر جو بہت عمدہ سونے چاندی کا بنا ہوا تھا، اس پر ہاتھ رکھ دیا، کسی نے عمدہ فانوس پر ہاتھ رکھ دیا اور کسی نے بادشاہ کے تاج پر ہاتھ رکھ دیا، بادشاہ نے کہا لے لو، تاج بھی اٹھا کر دے دیا اور تخت بھی اٹھا کر دے دیا اور فانوس بھی اٹھا کر دے دیا جو سچا موتی کا ہار تھا، وہ بھی دیدیا، ایک غلام کھڑا ہوا تھا، اس نے کچھ نہیں کہا، وہ بت بنا کھڑا رہا، بادشاہ نے کہا کہ کیا تم کو یقین نہیں آیا، دیکھتے نہیں جس نے جس پر ہاتھ رکھ دیا وہ اس کا ہوگیا، اس نے کہا واقعی سچ مچ ایسی ہی بات ہے، اس نے بادشاہ کو جوش دلایا تاکہ بادشاہ اور دعوی کرے کیا سچی بات ہے، پکی بات ہے، جس پر ہاتھ رکھ دوں وہ میرا ہو جائے گا، اس نے کہا، اللہ کے بندے دیکھتا نہیں کہ جس نے جس پر ہاتھ رکھ دیا، وہ چیز اس کی ہوگئی، تجھے اب بھی شک ہے، کیا تحریر لکھنے کی ضرورت ہے، کیا قسم کھانے کی ضرورت ہے، کیا بادشاہوں کی

باتوں کا اعتبار نہیں ہوتا، قول مرداں جان دارد، بادشاہ کی بات ہی اور ہے، بات کو بادشاہ سے پختہ کروالیا اور کئی کئی بار کہلوالیا، تو اس نے کہا یہ سب تو ہیں بے وقوف، ان میں سے کسی نے تاج لیا تو تخت نہیں ملا اور کسی نے تخت لیا تو تاج نہیں ملا، اگر کسی نے موتی لیا تو ہیرا نہیں ملا، کسی نے ہیرا لیا تو اس کو موتی نہیں ملا، اگر کسی نے گھوڑا لیا تو اس کو پالکی نہیں ملی اور کسی نے پالکی لی تو اس کو گھوڑا نہیں ملا، اگر کسی نے گھوڑا لیا تو اس کے لیے زین کی ضرورت، پھر اصطبل کی ضرورت، پھر اس کی خوراک کی ضرورت، یہ سب تو ہیں بے وقوف، انہوں نے ایک چیز لی تو ہزاروں چیزیں چھوڑ دیں اور مجھے اللہ نے سمجھ دی ہے بادشاہ کے سر پر ہاتھ رکھ دیا کہ تاج بھی سر سے اتر گیا تھا، اگر تاج پر ہاتھ رکھتا تو تاج ہاتھ میں آتا، اب کوئی پردہ ہی نہ تھا، بادشاہ کا سر کھلا ہوا تھا اس پر ہاتھ رکھ دیا میں نے، تو اس کو لے لیا، اس لیے کہ جس نے بادشاہ کو لے لیا اس کو تخت بھی ملا، تاج بھی ملا، اس کو گھوڑا بھی ملا اور طاؤس بھی ملا، اس کو گھر بھی ملا اور گھر کا سامان بھی ملا اور اس کو پیسہ بھی ملا اور کھانا بھی ملا، اس کو عزت بھی ملی اور طاقت بھی ملی۔

یہی ہماری مثال ہونی چاہئے، آج تو کوئی فیشن پر جان دینے والا کوئی کپڑے پر جان دینے والا، کوئی موٹر پر جان دینے والا، کوئی کرسی پر جان دینے والا، کوئی جوانی پر جان دینے والا، کوئی شوہر کی محبت پر جان دینے والی، کوئی پیسہ کی خواہش مندی پر جان دینے والا، کوئی نئی تہذیب پر جان دینے والا اور مسلمان عورتوں کو تو صرف اللہ کا طالب ہونا چاہئے اللہ کی محبت حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے کہ اللہ کی نظر عنایت اس کی طرف ہوجائے تو پھر سب کچھ اس کا ہے۔

**سب کاموں کی کنجی اللہ سے تعلق:**

اب میں کس کس چیز کے لیے دعا کروں، آج تم یہ کہو کہ آج شوہر ناراض ہے، کل کہو گی کہ بیٹا ناراض ہے اور پرسوں کہو گی کہ میری صحت خراب ہورہی ہے، پیر صاحب دعا کیجئے، اگر تم نے باہر پھرنا شروع کیا، بازار میں دل لگنے لگا تو پھر گھر کی وہ نوازش ختم، اب تو بازاروں میں پھرنے والی عورتوں کی طرح تمہارا دل بھی پریشان ہونے لگے گا، یہ نہ خریدا وہ نہ خریدا، فلاں دکان پر یہ مال دیکھا تھا فلاں دکان پر یہ سامان دیکھا تھا، فلاں ہار اتنے میں ملتا ہے، ہمیشہ پریشان رہوں گی، دماغ پریشان، دل پریشان، گھر میں جی لگتا نہیں، شام میں ہوا خوری کے لیے باہر نکلیں اور دوکان وکان یہ مسلمان بیبیوں کا کام نہیں۔

اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے لیے جو پسند کیا وہی اپنے لیے پسند کرنا چاہئے، وہی ہمارے لیے نمونہ ہے، وہی قابل تقلید بات ہے "ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى" اسلام سے پہلے کا زمانہ جو خراب زمانہ، جاہلیت کا زمانہ ہے، اس کی طرح بناؤ سنگار نہ کرو اور نماز پڑھو، زکوۃ دو، نماز کے لیے جگہ مقرر کرو، جگہ پاک صاف ہو، وہاں تسبیح پڑھ سکو، کتابیں پڑھ سکو، اپنے بچوں کو دین کی باتیں سکھا سکو، جو وقت بچے اس میں شوہر کی خدمت کرو، بچوں کی تعلیم و تربیت میں وقت خرچ کرو۔

ہندوستان سے جو خاندان یہاں آگئے ہیں ان کے لیے ان کے گھر کا ماحول تبلیغی ہو، دینی ہو، تب تو وہ دین کو قائم رکھ سکیں گے، مسلمان ہوکر رہیں گے اور اگر گھروں میں وہ اسلامی زندگی نہ ہوئی تو ہزار مرتبہ وعظ کیا گیا، ہزار مرتبہ ہمارے بھائی چلہ میں گئے اور ہزاروں بچوں کو تعلیم دی گئی، اس سے کام نہ چلے گا اس کے لیے ضروری ہے کہ گھروں کا ماحول اسلامی ہو۔

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ، حضرت مولانا یوسف صاحبؒ، حضرت مولانا شیخ الحدیث صاحبؒ ان کی ماؤں کے قصے آپ پڑھئے وہ کیسی عابدہ، زاہدہ رابعہ بصریہ کی طرح تھیں، ان کی راتیں کیسی گزرتیں تھیں، دن کیسے گزرتے تھے، وہ کتنے پارے تلاوت کرتی تھیں، رمضان میں ان کی اہمیت دیکھئے، اس سے تو مردوں کے بھی سر شرم کے مارے جھک جاتے ہیں کہ یہ عورت ذات اتنی عبادتیں کرتی ہیں جن کی طرف ہمارا خیال بھی نہیں جاتا، نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے انھیں ایسے فرزند دیئے جن سے ساری دنیا میں بیسیوں ملک ان کے نور سے

چمک رہے ہیں، ہزاروں لاکھوں آدمیوں کی اصلاح ہوئی اور ہورہی ہے، یہ سب ان کے اوقات کی برکت تھی، ان کی نیتوں کی برکت تھی، ان کے خلوص کی خدا کے ساتھ تعلق کی۔

اب جواولادیں ماں کی گودوں میں پلتی ہیں، ظاہر ہے وہ کیسی ہوں گی جیسی گود ویسی اولاد، جب وہ زبان سے اللہ کا نام نہ لیں گی، جب گھروں میں تلاوت کی آواز نہ سنیں گی، اپنے گھروں میں نیکی کی بات نہ سنیں گی، تو باہر نکل کر اس کا کوئی اثر نہ رہے گا۔

**ماں کی ذمہ داری اورحقوق کی ادائیگی:**

بس میری بہنو! اتنی بات عمل کرنے کو کافی ہے پانچوں وقتوں کی نماز ادا کرو، شوہروں کے حقوق ادا کرو، اولاد کے حقوق ادا کرو، اللہ کے حقوق ادا کرواور سادہ زندگی گزارو، سادہ معاشرت اختیار کرو، تو تمہیں اس ملک میں سکون نصیب ہوگا اور تم تبلیغ کروتو دوسری عورتیں بھی دیکھ کر کہیں گی کہ یہ قابل تقلید نمونہ ہے، نہیں تو تمہارا آنا مصیبت ووبال کی بات ہے اوراب ایسا نہ ہو کہ تم بالکل کھو نہ جاؤ، یہاں جونئی تہذیب کا دریا بہہ رہا ہے خدانخواستہ تم بھی ڈوب نہ جاؤ، اس کے لیے ضروری ہے کہ تمہاری زندگی سادہ ہو، اگر تمہاری زندگی سادہ ہوئی تو اللہ تعالی تم پر رحم کرے گا، بہت سکھ اور چین کی زندگی نصیب کرے گا، رزق میں برکت ہوگی، اچھی اور سچی اولاد پیدا ہوگی اوراگر یہاں آ کر تمہاری سادگی ختم ہوگئی اور وہی اسراف، وہی فضول خرچی، وہی فیشن پرستی، وہی غفلت، وہی تفریح کا شوق اور وہی فرمائش اور وہی ان لوگوں کی نقل کرنا، تو پھر یہ زندگی آزاد بن جائے گی اور گھر جہنم کا نمونہ بن جائیں گے، اپنے مردوں کو تبلیغ کا شوق دلاؤ، ان کی ہمت افزائی کرو، کہو کہ ان سے آپ تبلیغ میں جائیں، ہم گھر سنبھالیں، تمہیں کسی فکر کی ضرورت نہیں، ہم سب بچوں کی فکر رکھیں گی، آپ تبلیغی اجتماعات میں شرکت کیجئے، ایمانی، اسلامی، تقوی والی زندگی بنائیے، اللہ تعالی راضی ہوگا، وہ تمہاری حفاظت بھی فرمائے گا۔

میں نے ابھی اللہ کی نیک بندیوں کی مثال دی تھی، مولانا الیاس صاحبؒ کی والدہ کا حال پڑھئے، جو جو وظائف وہ دن رات پڑھتی تھیں حیرت ہوتی تھی کہ اللہ اکبر اتنا اللہ کا ذکر، مولانا یوسف کی والدہ، حضرت شیخ الحدیثؒ کی صاحبزادی جو مولانا یوسفؒ کی اہلیہ ہیں، ان سب کا حال پڑھئے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے دنیا سے دل لگایا ہی نہیں، انھوں نے سمجھا کہ ہم کو کہیں اور جانا ہے، بیماری سے تکلیف ہے پھر بھی مہمانوں کی خدمت اتنی کہ عقل حیران رہ جاتی ہے، اس خاندان کی کمزور کمزور بچیاں عبادت کریں، اللہ کا ذکر الگ کریں، مہمانوں کی خدمت الگ کریں، بچوں کی پرورش الگ کریں، ان کے چھوٹے چھوٹے گھر نہ وہاں تازہ ہوااور نہ تفریح کے لیے کوئی موقع کہ کہیں چلی جائیں۔

میری والدہ صاحبہ مرحومہ جن کے انتقال کو ابھی ایک سال بھی نہ ہوا، ہم نے جوانی کا حال دیکھا، سچی بات یہ ہے کہ ان کے ایمان کے سامنے، ان کے یقین کے سامنے، ان کی نمازوں کے سامنے، اپنی نمازوں کو سامنے لانے سے شرم آتی ہے کہ جو اللہ تعالی نے ان کو ذوق دعا کا عطا فرمایا تھا اور اسلام کی سربلندی کے لیے اپنی اولاد کو چاہے وہ کمائیں چاہے نہ کمائیں، بس وہ اللہ کے دین کی خدمت کریں، اللہ تعالی ان کو سرخرو کرے، ان کے ذریعہ ہم کو سرخرو کرے، ان کے زمانے میں بھی اللہ نے ان کو بہت کچھ دیا تھا، کھاتا پیتا گھرانا تھا، اللہ نے کسی کا محتاج نہیں کیا تھا، اس گھر کی بیٹی ایسے گھر میں آئیں جہاں علم تھا، عزت تھی، سب کچھ تھا لیکن جو بات ان میں دیکھی وہ بیان کرتا ہوں کہ اس دنیا میں کبھی ان کا دل نہیں لگا، چنانچہ ان کا یہ شعر ہے۔

اپنا وطن عدم ہے جا کر وہیں بسیں گے

یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ پردیس میں ہیں، ان کا کسی کام میں جی نہیں لگتا، بس ان کا دل لگتا تھا نماز میں، دعا میں، جہاں کوئی پریشانی ہوئی، انھوں نے دعا کی، باقی سب سے تعلق انہوں نے برائے نام رکھا، بالکل قانونی تعلق رکھا۔

حقائق

# علم حدیث میں ہندوستانی علماء کی خدمات

تحریر: حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی.................................................... ترجمانی: مولانا حسن الرحمٰن، ندوۃ العلماء لکھنؤ

احکام شریعت، مومنانہ اخلاق اور اسوۂ حسنہ جاننے کے لیے قرآن مجید کے بعد دوسرا سرچشمہ حدیث شریف ہے، اسی سے دین اسلام کی مکمل اور صحیح تصویر سامنے آتی ہے، جس پر عمل پیرا ہوکر انسان اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرسکتا ہے اور اس کے احکام کو اپنے اوپر اور معاشرہ میں نافذ کرسکتا ہے، اسی اہمیت کے پیش نظر پچھلی صدیوں میں علماء اسلام نے اس پاکیزہ سرچشمہ کی حفاظت اور اس کے علوم کی نشر واشاعت کا مختلف ملکوں میں بڑا اہتمام کیا ہے، خاص طور سے برصغیر میں ہندوستان، بنگلہ دیش اور پاکستان کے علماء نے اس باعظمت علم کے درس وتدریس، اس کے مضامین اور امہات کتب حدیث کی شروحات لکھنے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

علم حدیث کی اہمیت کے پیش نظر مدارس اسلامیہ کے تعلیمی نصاب میں اس کے لیے ایک بڑا حصہ خاص کیا گیا، علم حدیث میں بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے جنھوں نے ہندوستان کے مختلف گوشوں میں پھیلے ہوئے اس مبارک علم کے چشموں سے سیراب ہونے کے لیے لوگوں کو آمادہ کیا، علم کے یہ سرچشمے زیادہ تر شمال وسطی اور مغربی علاقہ میں تھے، جہاں تشنگان علم ہندوستان کے کونے کونے سے اور قریبی ملکوں سے جایا کرتے تھے، ان تمام تعلیمی مرکزوں میں سب سے زیادہ شہرۂ آفاق اور اہمیت کا حامل دارالعلوم دیوبند ہے، پھر مظاہر علوم سہارنپور، اس کے بعد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ ہے، اسی طرز پر اور بھی بہت سارے ادارے ہندوستان کے مشرق ومغرب میں موجود ہیں جو علم حدیث کی خدمت اور درس وتدریس میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔

ہندوستان میں چوتھی صدی ہجری سے قبل علم حدیث کا کوئی خاص اہتمام نہیں تھا، اکثر علماء اس وقت فقہ اور علوم عقلیہ پر اپنی توجہ مرکوز کئے ہوئے تھے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں بنیادی مآخذوں یعنی قرآن وحدیث کی طرف توجہ کم ہوگئی، جس کے نتیجہ میں مسلم معاشرہ میں بدعات وخرافات عام ہوگئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح اور حقیقی اتباع کرنے میں لوگوں سے غفلت اور سستی ہوتی رہی، یہاں تک کہ اللہ تعالی نے دو مشہور شخصیتوں سے اس ملک کو سرفراز کیا، ایک شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ ہیں اور دوسرے شاہ احمد بن عبدالرحیم ملقب بہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ ہیں، شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے حدیث شریف سے اشتغال پیدا کرنے اور اس کی طرف توجہ دلانے میں سب سے اہم کردار ادا کیا، اس میدان میں ان کی خدمات کو متعدد مؤرخین نے سراہا اور قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے، مثال کے طور پر حکیم سید عبدالحئی حسنی اپنی مایہ ناز کتاب ''اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں'' علم حدیث کے سلسلہ میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''پھر اس کے بعد شیخ اجل، محدث کامل، حکیم الاسلام اور فن حدیث کے زعیم حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی بن شاہ عبدالرحیم متوفی ۱۱۷۶ھ کی ذات گرامی سامنے آتی ہے، آپ حجاز تشریف لے گئے اور فن حدیث میں شیخ ابوطاہر مدنی کردی اور اس وقت کے دوسرے ائمہ حدیث سے علم حاصل کیا، آپ ہندوستان تشریف لائے اور اپنی ساری کوشش اس علم کی نشر واشاعت میں صرف فرمادی، آپ نے درس

حدیث کی مسند بچھائی، آپ کے دروس سے لوگوں کو بہت فائدہ پہنچا اور بہت سے لوگ فن حدیث میں کامل ہوکر نکلے، اس فن پر آپ نے کتابیں بھی تصنیف فرمائیں، آپ کے علم سے بیشمار لوگوں کو فائدہ پہنچا اور آپ کی کامیاب کوششوں سے بدعات کا خاتمہ ہوا، آپ مسائل فقہیہ کی صحت کا فیصلہ کتاب وسنت کی روشنی میں فرماتے تھے، اور فقہاء کرام کے اقوال کی تطبیق کتاب وسنت سے کرتے تھے اور صرف انہیں اقوال کو قبول فرماتے تھے جن کو کتاب وسنت کا موافق پاتے تھے اور جن مسائل فقہیہ کو کتاب وسنت کے موافق نہیں پاتے تھے ان کو رد فرماتے تھے خواہ وہ کسی امام کا قول ہو"۔

شاہ ولی اللہ کے صاحب زادگان یعنی شاہ عبدالعزیز، شاہ عبدالقادر شاہ رفیع الدین اوران کے پوتے شاہ اسماعیل شہید اور شاہ عبدالعزیز کے داماد شاہ عبدالحئی یہ وہ بزرگ ہیں جنھوں نے اپنے اپنے وقت میں علم حدیث کی نشرواشاعت میں بڑا حصہ لیا، انہوں نے فن حدیث کو تمام دوسرے علوم پر واضح طور پر فوقیت وفضیلت دی اوران کا علم حدیث اہل روایت کے مطابق تھا جس کو کوئی شبہ ہو وہ ان بزرگوں کے حالات وتصنیفات سے اس کی تصدیق کرسکتا ہے، جب تک ہندوستان میں مسلمان موجود ہیں اس وقت تک ان بزرگان کرام کا شکر مسلمانوں پر واجب ہے اورانہوں نے فن حدیث کی خدمت واشاعت کر کے امت مسلمہ پر جو احسان کیا ہے وہ نا قابل فراموش ہے۔

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ اپنے سفر کا ذکر فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ مقام یمن میں کچھ دنوں کے لیے ان کی کشتی لنگر انداز ہوئی تو معلوم ہوا کہ بندرگاہ سے قریب گاؤں میں ایک بڑے پائے کے محدث تشریف رکھتے ہیں، تو فوراً ان کی زیارت کے لیے پہنچے اوران سے ایک حدیث کی اجازت طلب کی تو انہوں نے دریافت کیا کہ آپ نے حدیث کس سے پڑھی ہے؟ مولانا نانوتوی صاحب نے فرمایا "شاہ عبدالغنی صاحبؒ سے، شیخ ان کو نہیں جانتے تھے، اس لیے دریافت کیا، شاہ صاحب نے کس سے پڑھی ہے؟ نانوتوی صاحبؒ نے جواب دیا، شاہ اسحاق صاحبؒ سے پڑھی ہے، شیخ ان کو بھی نہیں جانتے تھے، پھر پوچھا شاہ اسحاق کے استاذ کون ہیں؟ نانوتوی صاحب نے فرمایا شاہ عبدالعزیز دہلویؒ ہیں" اتنا سننا تھا کہ شیخ صاحب جھوم اٹھے اور مسرت وشادمانی سے ان کا چہرہ کھل اٹھا، پھر شیخ نے کہا کہ ہاں! اب میں تم کو حدیث بیان کرنے کی اجازت دیتا ہوں اور مزید یہ فرمایا: "شاہ ولی اللہ دہلوی" شجرہ طوبی کی مانند تھے کہ اس کی شاخیں جہاں ہوں گی جنت بھی وہیں ہوگی، اس کا کہیں اور ڈھونڈنا عبث ہے، اسی طرح شاہ صاحب کا طریقہ جہاں ہوگا جنت بھی وہاں ہوگی، جو جگہ ان کے طریقہ سے خالی ہوگی وہ جنت سے بھی محروم ہوگی"۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں وہ کلام نقل کردیا جائے جو جامعہ از ہر کے یگانہ روزگار، بڑے محقق علامہ رشید رضا مصری نے علماء ہند کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے تحریر فرمایا: "اگر ہمارے ہندوستانی علماء کی توجہ اس زمانہ میں علم حدیث کی طرف نہ ہوتی تو مشرقی ملکوں میں اس کا زوال ہوچکا ہوتا کیونکہ دسویں صدی ہجری ہی سے مصر، شام، عراق اور حجاز میں اس علم کے زوال کا آغاز ہوچکا تھا، یہاں تک موجودہ چودہویں صدی ہجری میں یہ زوال اپنی انتہا کو پہنچ گیا"۔

اب ان حضرات کا تذکرہ کریں گے جنھوں نے برصغیر کے تعلیمی مرکزوں سے فراغت حاصل کی اور حدیث نبوی میں اختصاص حاصل کیا، خاص طور سے ان کا جنھوں نے درس وتدریس کے ساتھ حدیث کی کتابوں کی شروحات لکھیں اور بحث وتحقیق کا کام بھی کیا، گزشتہ صدی میں جن علماء حدیث کو سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی وہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی ہیں ان کی کتاب "اشعة اللمعات شرح المشكوة" ہے، پھر علامہ شبیر احمد عثمانی ہیں ان کی کتاب "فتح الملہم فی شرح صحیح مسلم" ہے، جس کو مولانا تقی عثمانی صاحب نے مکمل کیا ہے۔

ان دونوں کے بعد بالترتیب درج ذیل حضرات ہیں:

۱- شیخ الہند علامہ محمود حسن دیوبندی، ان کی کتاب "الفیض الباری شرح صحیح البخاری" ہے۔

۲-مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی صاحب، ان کی کتاب ''اعلاء السنن'' ہے۔

۳-مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب،ان کی کتاب ''الکوکب الدری علی جامع الترمذی'' اور ''الحل المفہم لصحیح المسلم'' ہے۔

۴-شیخ یحییٰ کاندھلوی صاحب، ان کی کتاب ''لامع الدراری فی شرح صحیح البخاری'' ہے۔

۵-علامہ محمد ادریس کاندھلوی کی تصنیف ''التعلیق الصبیح علی مشکاۃ المصابیح'' ہے۔

۶-جناب مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی ، ان کی کتاب ''أمانی الأحبار فی شرح معانی الآثار'' ہے۔

۷-علامہ مولانا زکریا صاحب کاندھلوی ان کی کتاب ''اوجز المسالک فی مؤطا الامام مالک ،تراجم ابواب البخاری، جزء الحج والعمرۃ ،شرح شمائل النبویۃ للامام الترمذی'' ہے۔

۸-شیخ خلیل احمد سہارنپوری صاحب ان کی کتاب ''بذل المجہود فی حل سنن ابی داؤد'' ہے۔

۹-مولانا محمد یوسف بنوری صاحب ان کی کتاب ''معارف السنن شرح سنن الترمذی،فیض الباری علی صحیح البخاری''۔

۱۰-جناب بدر عالم صاحب میرٹھی ان کی شرح ''ترجمان السنۃ''۔

۱۱-علامہ حبیب الرحمٰن اعظمی صاحب متعدد کتابوں پر ان کے حواشی اور تعلیقات ہیں ،ان میں سے ''کتاب الزہد والرقاق لعبداللہ بن المبارک کشف الاستار عن زوائد البزار للحافظ نورالدین الہیثمی'' قابل ذکر ہیں،خود ان کی ذاتی کتاب ''نصرۃ الحدیث'' ہے۔

۱۲-جناب محمد اشرف دیانوی ان کی کتاب ''عون المعبود فی شرح سنن أبی داؤد'' ہے۔

۱۳-مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری ان کی شرح ''تحفۃ الاحوذی فی شرح سنن الترمذی'' ہے۔

۱۴-مولانا عبیدالرحمٰن مبارک پوری ان کی کتاب ''مرعاۃ المفاتیح فی شرح مشکاۃ المصابیح'' ہے۔

۱۵-علامہ ظہیر احسن نیموی صاحب ان کی کتاب ''آثار السنن'' ہے۔

۱۶-علامہ عبدالحئ فرنگی محلی ان کی کتاب ''التعلیق الممجد علی المؤطا الامام محمد'' ہے۔

۱۷-مولانا سید عبدالحئ صاحب حسنی ان کی کتاب ''تہذیب الاخلاق'' ہے۔

۱۸-ڈاکٹر محمد حمیداللہ صاحب ان کی کتاب ''صحیفۂ ابن ہمام منبہ'' ہے۔

۱۹-شیخ شبیر احمد ازہری میرٹھی صاحب ان کی کتاب ''نہایۃ التحقیق فی شرح مسند ابی بکر الصدیق'' ہے۔

۲۰-شیخ محمد عاشق الٰہی بلند شہری صاحب ان کی کتاب ''انعام الباری فی شرح اشعار الباری'' ہے۔

۲۱-نواب صدیق حسن خاں قنوجی صاحب ان کی کتاب ''فتح العلام لشرح بلوغ المرام'' ہے۔

۲۲-مولانا منظور نعمانی صاحب ان کی کتاب ''معارف الحدیث'' اردو زبان میں متعدد جلدوں میں ہے۔

علامہ سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے بھی اس مقدس فن کی خدمت درس وتدریس کے ذریعہ ندوۃ العلماء میں کی ہے، آپ نے حدیث کی بہت ساری شروحات پر مقدمے لکھے ہیں، اسی طرح اہمیت حدیث پر متعدد کتابیں اور شروحات حدیث پر متعدد مقالات لکھے ہیں۔

جلیل القدر عالم عبدالرشید نعمانی صاحب نے بھی ''ماتمس الیہ الحاجۃ لمن یطالع سنن ابن ماجہ'' لکھ کر اس علم کی خدمت کی ہے، یہ سب وہ حضرات ہیں جو اس دار فانی سے رخصت ہو چکے ہیں۔

جہاں تک تعلق ہے ان حضرات کا جو ان کے شاگردوں میں سے ابھی باحیات ہیں ان میں سب سے پہلے نام آتا ہے ڈاکٹر تقی الدین مظاہری ندوی کا جنھوں نے حدیث کی متعدد شروحات ،تخریج وتحقیق

اور کئی کتابوں پر حاشیئے لکھے ہیں، انہوں نے ایک شرح لکھی ہے ''اوجز المسالک فی مؤطا للامام مالک'' کے نام سے جو شیخ زکریا صاحب کاندھلوی سابق صدر شعبۂ حدیث مظاہر علوم سہارنپور کی ہے، مؤطا کی یہ شرح ایک انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے، جو شیخ خلیل احمد سہارنپوری کی ہے۔

ڈاکٹر تقی الدین صاحب نے ان دو شرحوں پر بڑی عرق ریزی کی ہے جس سے ان کی دقیقہ سنجی اور علمی مہارت کا پتہ چلتا ہے، اسماء رجال پر بھی کئی کتابیں تصنیف کی ہیں، حدیث کی کئی کتابوں پر تحقیق وتخریج کا کام کیا ہے اور مختلف یونیورسٹیوں میں لمبے عرصہ تک اس فن کی خدمت انجام دی ہے۔

شیخ محمد یونس صاحب جو جامعہ سہارنپور میں شعبہ حدیث کے صدر ہیں، بڑی شہرت واہمیت کے حامل ہیں اس فن میں ان کی بھی علمی لیاقت قابل ستائش ہے۔

اور بھی کئی حضرات ہیں جو علم حدیث میں اچھی دسترس رکھتے ہیں اور اسلامی یونیورسٹیوں میں اپنا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

تغیر پذیر حالات کو سامنے رکھ کر ندوۃ العلماء نے ایک خاص نصاب ترتیب دیا، ندوۃ العلماء کا قیام ایک صدی قبل شہر لکھنؤ میں ہوا، اس کا نصاب حالات کی رعایت کے ساتھ ساتھ تمام علوم اسلامیہ کا جامع ہے۔

ندوۃ العلماء نے اپنے تعلیمی نصاب میں قدیم علوم میں کمی کر کے زمانے کی ضرورت کے مطابق عصری علوم کا بھی اضافہ کیا ہے تا کہ جدید چیلنجوں کا مقابلہ کیا جا سکے اور جدید تقاضوں کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں پورا کیا جا سکے۔ (بشکریہ بانگ حرا لکھنؤ اپریل ۲۰۰۹ء)


# مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کی

## اہم تصانیف

۱- مختصر تجوید القرآن (بروایت حفص اردو) ۱۰/روپئے

۲- بچوں کی تمرین التجوید (تجوید کے قوائد، مشق اور طریقہ تدریس اردو) ۱۰/روپئے

۳- جیب کی تجوید (تجوید کے ضروری قواعد کا پاکٹ سائز مجموعہ) ۳/روپئے

۴- ریاض البیان فی تجوید القرآن (بروایت حفص عربی) ۲۰/روپئے

۵- رہنمائے طریقت (شریعت وطریقت، تصوف وسلوک، اخلاق حمیدہ ورذیلہ) ۱۰/روپئے

۶- مراجع الفقہ الحنفی ومیزاتہا (فقہ حنفی کے مراجع اوران کی خصوصیات، عربی) ۵/روپئے

۷- الامامۃ فی الصلاۃ مسائلہا واحکامہا (امامت کے مسائل واحکام، عربی) ۳۰/روپئے

۸- التدخین بین الشرع والطب (تمباکو ونشہ آور چیزیں شریعت وطب کی روشنی میں، عربی) ۲۰/روپئے۔

۹- حیات عبدالرشید (حضرت رائے پوری کے خلیفہ حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوریؒ کی سوانح حیات) ۵۰/روپئے

۱۰- سیرت مولانا محمد یحیٰ کاندھلویؒ (حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب کے والد ماجد کی سوانح حیات) ۵۰/روپئے

۱۱- تذکرہ مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ (مولانا محمد میاں شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ دہلی وناظم اعلی جمعیۃ علماء ہند کے حالات زندگی اور کارنامے) ۵۰/روپئے

۱۲- تذکرہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ (مولانا اشرف علی تھانوی کے مختصر حالات زندگی) ۸/روپئے

۱۳- تذکرہ علامہ سید سلیمان ندویؒ (علامہ ندویؒ کے مختصر حالات زندگی) ۸/روپئے

۱۴- تذکرہ حضرت مدنی (حضرت سید حسین احمد مدنی کے مختصر واہم حالات) ۸/روپئے

۱۵- چند مایہ ناز اسلاف قدیم وجدید (چودہ بزرگوں کے حالات) ۳۰/روپئے

۱۶- مقالات ومشاہدات (مختلف موضوعات پر تقریباً ۲۷/مضامین کا مجموعہ) ۳۰/روپئے

۱۷- مکتوبات اکابر (۲۰/بزرگوں کے خطوط کا مجموعہ) ۳۰/روپئے

### ملنے کا پتہ

مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور (یوپی)

فکر وعمل

# موجودہ حالات میں ملت اسلامیہ کی ذمہ داریاں

مولانا اسرارالحق قاسمی صدر آل انڈیا تعلیمی وملی فاؤنڈیشن، نئی دہلی

نوع انساں کو اپنی زندگی کے لیے ایسے نظام اور قوانین کی ضرورت ہے جو پوری طرح سے درست ہوں اور ان میں کسی طرح کا نقص نہ ہو، ظاہر سی بات ہے کہ ایسا نظام صرف اسی ذات کا بنایا ہوا نظام ہوسکتا ہے جس کا علم ہر شئے پر محیط ہو اور جو اپنے تمام بندوں کے مزاجوں سے واقف ہو، چاہے وہ بندے مشرقی ممالک کے رہنے والے ہوں یا مغربی ممالک کے وہ ان کے ماضی سے بھی پورے طور پر واقف ہو اور اسے ان کے مستقبل کا بھی مکمل علم ہو، ایسی ذات سوائے اللہ رب العزت کے کوئی اور ہو ہی نہیں سکتی، اس لیے کہ اسی نے اس دنیا کو بنایا، اسی نے اس میں موجود ان گنت مخلوقات کو پیدا کیا اور اسی نے انسانوں کی تخلیق کی اور ان کو مختلف مزاج اور صلاحیتیں عطا کیں، چنانچہ انسانوں کی زندگی کو کامیاب بنانے اور انہیں ان کی حقیقی منزل تک پہنچانے کے لیے خالق دوجہاں نے انسان کو دین اسلام کی شکل میں ایک جامع نظام عطا کیا، اس نظام کو باری تعالی نے حیات انسانی کے مختلف ادوار میں اپنے انبیاء ورسل کے ذریعہ تمام انسانوں تک بھیجا تاکہ ہر دور کے لوگ اس سے مستفید ہوں اور کامیاب زندگی گزاریں قرآن مجید میں اس کا تفصیلی ذکر موجود ہے، باری تعالی ارشاد فرماتا ہے ''ہم نے نوح علیہ السلام کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں'' (الاعراف ۵۹) ایک اور جگہ ارشاد فرماتا ہے ''اور قوم عام کی طرف ان کے بھائی ہود علیہ السلام کو بھیجا، اس نے کہا کہ اے میری قوم! اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں'' (الاعراف ۶۵) ایک اور روایت میں ارشاد فرمایا گیا'' اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا اس نے کہا'' اے میری قوم! اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں''۔ (الاعراف ۸۵)

یعنی انسانوں کی کامیابی کا راستہ پیغمبروں کے ذریعہ ہر دور میں بتایا جاتا رہا، آخر میں نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے دین اسلام کو بھیجا گیا اور اس دین کی تکمیل کا اعلان کردیا گیا، ارشاد باری ہے'' اب میں تمہارے لیے دین کو تام کردیا ہے اور تم پر اپنی نعمتوں کو مکمل کردیا ہے اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کرلیا ہے'' (المائدہ ۳) یعنی اب یہی دین جس میں دنیا میں گزارنے اور آخرت میں بھی سرخرو ہونے کے تمام تر طریقے موجود ہیں، قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں کی بھلائی وکامیابی کے لیے ہے۔

ایسے میں وہ خوش نصیب قوم جس کے پاس دین اسلام کی روشنی ہے، اس پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس روشنی سے دیگر تمام انسانوں کو بھی روشناس کرے، انہیں بتائے کہ جس راستہ پر تم چل رہے ہو وہ کامیابی کا راستہ نہیں ہے، خالص مادیت کا وہ راستہ ہے جو تم نے اپنے لیے منتخب کیا ہے، وہ تمہیں بربادی کی طرف لے جاتا ہے، اگر تم دنیا وآخرت دونوں جہاں میں کامیاب ہونا چاہتے ہو، تو تمام عالموں کے رب نے جو دین تمہارے لیے متعین کیا ہے اس کو مضبوطی سے تھام لو اور پوری زندگی اسی کے مطابق گزار دو، اس صورت میں تم بے شمار مسائل سے خلاصی پا جاؤ گے، تمہارا وجود ایک دوسرے کے

لیے انتہائی مفید ثابت ہوگا، اورتمہاری انفرادی زندگی بھی آئینہ کے مانند صاف وشفاف ہوگی اورتمہاری اجتماعی زندگی بھی بہت سے عیبوں وبرائیوں سے پاک ہوجائے گی، پھرتمہیں اپنی زندگی کو نہ ہی پرتکلف بنانے کی ضرورت ہوگی، نہ تمہیں عارضی تعیّشات کے حصول کے لیے رات دن کا سکون برباد کرنا پڑے گااور نہ تمہیں بیشمار خواہشات کے پیچھے بھاگنا پڑے گا، جومزہ تمہیں سادہ زندگی میں آئے گا، وہ مزہ پرتکلف زندگی میں نہ آئے گا، جومزہ تمہیں دوسروں کی مدد کرنے میں آئے گا وہ مزہ خطیر رقم کوصرف کرکے اپنی ذات تک خرچ کرنے میں نہ آئے گا، جومزہ تمہیں عاجزی وانکساری کے ساتھ بات چیت کرنے میں آئے گا وہ مزہ تمہیں سینہ پھلا کر بات کرنے میں نہ آئے گا، جومزہ تمہیں سچ بولنے میں آئے گاوہ مزہ تمہیں جھوٹ بولنے میں نہ آئے گااور جومزہ تمہیں مساوات اورانصاف قائم کرنے میں آئے گا وہ مزہ ظلم وجبر اور زیادتی وناانصافی میں نہ آئے گا، ایسے ہی جودلچسپی تمہیں اپنے اعمال کودرست کرنے میں ہوگی وہ دوسروں پر نقد کرنے میں نہ ہوگی۔

ایسے بہترین دین وخدائی نظام کوجس پر چل کرانسانی زندگی میں انقلاب برپا ہوجائے پوری دنیائے انسانیت کے سامنے لانا مسلم امہ کی ذمہ داری ہے، اس لیے بھی قرآن وحدیث اوردینی تعلیمات کا گراں قدر سرمایہ اس کے پاس ہے اوراس لیے بھی کہ اسے اس بات کی ذمہ داری عطا کی گئی ہے کہ وہ بہترین امت ہونے کا مظاہرہ کرتے ہوئے دیگر تمام انسانوں کے لیے بہترین ثابت ہواورانہیں اچھائیوں کی طرف بلائے اور برائیوں سے روکے، اللہ تعالی خودارشاد فرماتا ہے ''تم بہترین امت ہو جوسارے انسانوں کے لیے وجود میں لائی گئی ہے،تم بھلائی کاحکم دیتے ہواور برائی سے روکتے ہواوراللہ پر کامل ایمان رکھتے ہو''۔(آل عمران ۱۱۰)

اس آیت میں دوباتیں صاف طور پر معلوم ہوتی ہیں، ایک یہ کہ امت مسلمہ دیگر تمام قوموں اور جماعتوں میں بہترین امت ہے اور اسے امتیازی خوبیوں سے نوازا گیا ہے، دوسری بات اس آیت سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ اسے نہ صرف مسلمانوں کے لیے بلکہ سارے انسانوں کے لیے وجود میں لایا گیا ہےاور قیامت تک آنے والے ہر دور میں اسے انسانوں کی صحیح راستہ کی طرف رہنمائی کرنی ہے، آج دنیا میں جوتباہی رونما ہورہی ہے اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ قومیں اسلام کی روشنی سے دور ہیں اوراپنی عقل کے مطابق ان کی جی میں جوآرہاہے کررہی ہیں۔

یہاں ذرا رک کر موجودہ دور کے مسلمانوں کو دواعتبار سے اپنا محاسبہ کرلینا چاہئے کہ کیا واقعی وہ مذکورہ آیت کے مطابق اپنی ذمہ داریاں نبھارہے ہیں؟ اور کیا وہ خودبھی اس دین وراستہ کوکماحقہ مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں جس کودوسروں تک پہنچانا ان کی ذمہ داری ہے، سچائی یہ ہے کہ دونوں ہی اعتبار سے امت مسلمہ کے افرادغفلت کے شکارنظرآرہے ہیں، اگرچہ اس بات سے انکارنہیں کیا جاسکتا کہ اللہ کے بعض بندے دین کی روشنی کوپھیلانے اور دینی نظام کی خوبیوں کودوسروں کے سامنے بیان کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں لیکن ان کی تعداد بہت کم ہے جب کہ یہ پوری امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے، حیرت تواس وقت ہوتی ہے کہ جب خودزیادہ ترمسلمان عملی اعتبار سے انتہائی کمزورنظرآتے ہیں اوران کی زندگی دین کے مطابق دکھائی نہیں دیتی، بلکہ جس طرح دیگر قوموں کے افراد مسلمہ اپنے مقام کو پہچانے اورفکری وعملی طور پر پوری طرح سے دین اسلام کے نظام اورتعلیمات کو اپنی زندگی میں بسائے، پھراپنی ذمہ داری کونبھاتے ہوئے بقیہ تمام انسانوں کواس کی دعوت دے تاکہ ان کی زندگی مصائب ومسائل سے خلاصی پاجائے اوروہ تباہی سے محفوظ ہوجائیں۔

اللہ رب العزت نے انسانوں کو بیشمار صلاحیتوں سے نوازا ہے اور انہیں نیابت کا حقدار بھی ٹھہرایا ہے جس کی بنیاد پر وہ غوروفکر کی صلاحیت رکھتے ہیں، دنیا میں آگے بڑھنے کے طریقے جانتے ہیں، یہاں تک کہ ضروریات زندگی سے متعلق بہت...... ﴿بقیہ صفحہ ۳۹؍ پر﴾

انکشاف

# فتوی کی دنیا میں الکٹرونک مفتی کی آمد

شیخ ابوعلی

ٹکنالوجی نے ذرائع معلومات وباخبری کی دنیا میں انقلاب برپا کیا جس کے نتیجے میں لوگوں کے لیے کسی پیش آمدہ مسئلے میں فتوی لینا بہت آسان ہوگیا، چند لمحے میں علاقائی وملکی وغیر ملکی مفتیان کرام سے مسئلہ کا شرعی حکم دریافت کیا جاسکتا ہے، البتہ اس باب میں ایک ایسی الکٹرانک مشین کا اضافہ ہونے جارہا ہے جو مفتی کی جگہ لے گی، جس کا نام ''الکٹرونک مفتی'' ہوگا، اس مشین میں مصنوعی ذکاوت وحس سے کام لیا جائے گا، یہ مشین معاصر دور کے مسلمانوں کے حالات ومسائل کے بارے میں فقہی رائے دے گی ''الکٹرونک مفتی'' عالم اسلام کے افتائی نظام میں ہنگامہ کھڑا کردے گا۔

الکٹرونک مفتی درحقیقت ایک بڑا کمپیوٹر ہے جس میں عام طور سے پیش آنیوالے سوالات کے جوابات اور معلومات تاریخی ودستاویزی انداز کی لوڈ کی گئی ہیں، جب سائل وآپریٹر کوئی مسئلہ معلوم کرنا چاہے گا تو سوال انٹر کرتے ہی متعلقہ معلومات اسکرین پر کمپیوٹر مفتی پیش کردیگا گویا یہ سٹی اسکین کی خدمت انجام دے گا کہ سائل کے سوال سے متعلق تمام گوشوں کومحسوس کر کے رپورٹ دے گا، واضح رہے کہ تاریخ اسلامی، حیات نبوی، ذخیرۂ حدیث اور قرآن کریم مکمل طور سے اس کے کمپیوٹر میں لوڈ ہے۔

شیخ مسعود صبری ''الکٹرونک مفتی'' کا تعارف ان الفاظ میں کراتے ہیں ''اسے یوں سمجھئے کہ یہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی متعین سوال کیا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا جواب کمپیوٹر کی اسکرین پر ملاحظہ کیجئے، گویا یہ شخص نبوی جواب براہ راست دیکھ وسن رہا ہے، جس کے بارے میں دعوی ہے کہ مصنوعی شعور کمپیوٹر کا اس قدر قابل اعتبار ہے کہ ۹۹ رفیصد اس کے فراہم کردہ جوابات درست پائے گئے۔

الکٹرونک مفتی کے بارے میں عالم اسلام کے مفتیان کرام کے کئی ردعمل سامنے آئے، جامعہ ازہر کے دارالافتاء کے صدر شیخ عبدالحمید اطرش اور سابق صدر شیخ جمال قطب اور ڈاکٹر عمر قاضی (جامعہ ازہر) ڈاکٹر عکرمہ صبری (مفتی سابق قدس) ڈاکٹر علی زغلول (اردن یونیورسٹی) شیخ سالم شیخی (جنرل سکریٹری فتوی کمیٹی برطانیہ) نے سخت موقف اختیار کرتے ہوئے کہا کہ ''الکٹرونک مفتی فتوی دیتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جوابات منسوب کرتا ہے جبکہ فتوی ایک ذمہ دارانہ منصب ہے، اسلام کا فلسفہ اس بارے میں احتیاط ضروری قرار دیتا ہے اور عجلت پسندی کو غیر مناسب تصور کرتا ہے حتی کہ صحابہ کرام فتوی دینے میں حد درجہ محتاط رویہ اپناتے، ایسا کیوں؟ اس لیے کہ فتوی حلال وحرام بتانے میں اللہ تعالی کے حکم کو بیان کرنے کا نام ہے''۔

فتوی صادر کرنے سے پہلے کبھی باہمی مشورے اور تبادلۂ خیال کی ضرورت آن پڑتی ہے، اس نزاکت کے احساس نے صحابہ کا یہ موقف بنایا کہ وہ کئے گئے سوال کو دوسرے اہل علم کی طرف محول کردیتے۔

اسی طرح یہ بات بھی عیاں ہے کہ فقہاء اور اصولین نے فتوی دینے کے لیے چند شرائط عائد کی ہیں: قرآن کریم، احادیث نبویہ، اقوال صحابہ وسلف صالحین سے واقف وباخبر ہونا، عام، خاص، مطلق، مقید، ناسخ اور منسوخ جیسے اصطلاحی حقائق سے آشنا ہونا مفتی کے لیے ضروری ہے، جب کہ یہ شرائط ''الکٹرونک مفتی'' میں نہیں پائے جاتے۔

نیز مفتی کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ پوچھنے والے کے حالات ومشکلات اور صورت حال سے باخبر ہو اور مستفتی کی نفسیات بھی پیش نظر ہو، اس لیے کہ فتوی دینے کی نوبت مخصوص وشخصی احوال میں ہی پیش

آتی ہے، فتوی عمومی نوعیت کا حامل کم ہی ہوتا ہے، ایک شخص کے حالات دوسرے شخص سے مختلف ہونے کی صورت میں فتوی بھی مختلف ہوتا ہے، اس لیے مستفتی اور مفتی کا باہمی ربط استفسار وواقفیت کے لیے معاون اور فتوی کی بنیاد بننے میں باعث تقویت ہے۔

ان علماء ماہرین کا یہ تجزیہ بھی معنویت رکھتا ہے کہ ''الکٹرونک مفتی'' کا مشینی نظام غیر محفوظ ہے، لوڈنگ کی صورت حال بھی واضح نہیں ہے، اس لیے فتوی کے باب میں الکٹرونک مفتی کا داخلہ بہتر نہیں ہے، چونکہ وہ ان ہی مسائل کو بتائے گا جو پہلے سے اس میں محفوظ کردیئے گئے ہیں، رہے وہ مسائل جن میں اشخاص کے احوال کے اعتبار سے تبدیلی ہوتی ہے یا وہ مسائل جو اقتصادی، سیاسی، معاشرتی نوعیت کے ہوتے ہیں وہ ''الکٹرونک مفتی'' کی دست رس سے باہر ہیں، جب کہ فتوی کی دنیا میں ان امور کا لحاظ لازمی ہے۔

دوسری طرف ان علماء کا رجحان یہ بھی ہے کہ ''الکٹرونک مفتی'' کے حدود اربعہ کا تعین کیا جائے اور ایسے مسائل تک محدود رکھا جائے جو دو دو چار کی طرح واضح اور عام ہیں: جیسے میراث، زکوۃ، نماز کی رکعات، روزے وحج کے بنیادی مسائل جن کے بارے میں قاری کتابوں کے ذریعہ جانکاری حاصل کرلیتا ہے، جو افتاء وفتوی کے اصطلاحی معنی میں داخل نہیں ہے، الکٹرونک مفتی کا دائرہ اختیار ہر عام وخاص سوال کے جواب کے لیے وسیع نہ کیا جائے۔

اس اعتبار سے یہ مشینی نظام کسی موضوع سے متعلق اسلامی معلومات اور علماء کے فتوے یکجا کرنے میں کامیاب رول ادا کرسکتا ہے، جس سے ساری دنیا کے مسلمان فائدہ اٹھا سکتے ہیں، اس مشینی نظام کا نام بجائے ''الکٹرونک مفتی'' کے ''الکٹرونک اسکالر'' رکھا جائے تو بہتر ہوگا، چونکہ فتوی کی بنیاد اور مقصد تو یہ ہے کہ مسئلہ کی تحقیق فقہاء کی آراء پر غور قرآن وحدیث سے ماخوذ طرز استدلال کا تجزیہ اور اقوال سلف کی روشنی میں دینی یا دنیوی پیش آمدہ مسئلہ کا حل پیش کیا جائے اور فتوی کی ضرورت ان مسائل ہی میں پڑتی ہے جن کے بارے میں قرآن وحدیث میں صاف حکم موجود نہ ہو اور ان مسائل کے حل کا اہل الکٹرونک مفتی نہیں ہوسکتا۔

علماء کا یہ رجحان کہ اس مشینی نظام سے دینی وعلمی ذخیرہ کو لوڈ کرکے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے، اس سے اس مشین کی ایجاد کا خیر مقدم ہوتا ہے اور اس کے نام کی تبدیلی کی تجویز پر عمل کمپیوٹر کی دنیا میں شرعی علم سے استفادے کے لیے انقلاب لائے گا، توقع ہے کہ اس مشینی نظام کے موجود علماء کی اس تجویز سے فائدہ اٹھائیں، ہمارے فقہاء علماء نے ''الکٹرونک مفتی'' کے بارے میں اظہار خیال شروع فرمادیا بلکہ فتوی بھی دیا گیا اور ایجاد کرنے والوں کو مشورۂ خیر سے بھی نوازا گیا؛ لیکن کیا ''الکٹرونک مفتی'' کو انٹرنیشنل دارالافتاء میں بھی مسند نشین ہونے سے کوئی روک سکے گا؟۔

یہاں یہ مشورہ موزوں ہوگا کہ ہندوستان کے افتائی نظام میں سرعت وتیز رفتاری اور جدید ذرائع کا استعمال افادیت بڑھانے کے لیے ضروری ہے، دارالعلوم دیوبند جیسے مرکزی دارالافتاء میں سردست عام نظام یہی ہے کہ تحریری شکل میں بذریعہ ڈاک فتوی بھیجا جاتا ہے، جس میں کئی روز کا وقت درکار ہوتا ہے، فیکس کے ذریعہ بھی سوال وجواب نہ ہونے کے برابر ہے، فون موبائل پر رابطہ کرنا دشوار، ای میل جیسے تیز رفتار ذریعہ سے بھی فتوی بروقت نہیں مل پاتا، اس لیے جس دارالعلوم دیوبند کا فتوی رائج الوقت سمجھا جاتا ہے اس کے ارباب حل وعقد کے لیے ضروری ہے کہ فتوی کے عمل میں شفافیت لانے کے ساتھ سہل الوصول بنائیں اور فون، فیکس، ای میل، جیسے ذرائع کو فتوی کی ترسیل کے لیے اپنائیں کہ جو جب چاہے مسائل معلوم کرسکے، دارالافتاء کے وقت کو چھ گھنٹے تک محدود بھی نہ رکھیں تاکہ تیز رفتار دنیا کے مسائل کا حل بروقت کرسکیں اور ''الکٹرونک مفتی'' ان کے لیے چیلنج نہ بنے۔

لوگوں کے اندر دین کے بارے میں اور شرعی حکم معلوم کرنے کی طلب کس قدر ہے، اس کا اندازہ ملک وبیرون ملک سے کئے جانے والے ان سوالات سے ہوتا ہے جو فتوی آن موبائل سروس اور فتوی آن لائن، فتوی موبائل فقہ اکیڈمی انڈیا سے کئے جاتے ہیں۔

(بشکریہ محدث عصر دیوبند، شمارہ فروری ۲۰۰۹ء)

سیرت وکردار

# مسلم خواتین کے سچے واقعات

محمد شیث ادریس تیمی دعوت نگر ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر دہلی

**تم نے دو ھجرتیں کی ھیں:**

جاں نثار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر فضائل ومحاسن کے گلہائے رنگارنگ چننے کا کس قدر جذبہ تھا اور مردوزن اعمال میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لیے کتنا کوشاں رہتے تھے، اس کا اندازہ ابن سعد کی اس وروایت سے لگایا جاسکتا ہے، ابوحمزہ کا بیان ہے کہ اسماء بنت عمیس جب حبشہ سے ہجرت کرکے مدینہ چلی آئیں تو ایک دن سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ازراہ ظرافت ان سے کہا۔

عمر: ''اے حبشیہ! ہم لوگ ہجرت میں تم پر سبقت لے گئے''۔

اسماء'' آپ نے بجا فرمایا کہ آپ لوگ زیرسایہ نبوت بھوکوں کو کھانا کھلاتے اور نادانوں کی تعلیم وتربیت کا بندوبست کرتے رہے اور ہم ہیں کہ وطن سے دور دیارغیر میں بھٹکتے رہے، میں اس بات کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ضرور حاضر ہوں گی''۔

اسماء بنت عمیس جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوتی اور کہتی ہیں۔

اسماء: ''بہت سے لوگ ہم پر فخر جتاتے ہیں کہ ہم لوگ مہاجرین اولین کے زمرے میں نہیں آتے ہیں''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اسماء ایسی کوئی بات نہیں تمہیں تو دو ہجرتیں کرنے کا شرف حاصل ہے۔

اولاً ارض حبشہ کی طرف جب کہ لوگ مکے میں گھرے ہوئے تھے اور ثانیاً ہجرت مدینہ:

**عورت حق بجانب ھے:**

عورت اسلام سے قبل سامان عیش اور متاع زرخرید تصور کی جاتی تھی، معاملات زندگی میں اس کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا تھا، لیکن جب اسلام آیا تو اس نے اس مظلوم صنف کو عزت ووقار کے زیور سے آراستہ کیا، آزادی رائے وضمیر بخشی اور ایسی حق پسندی اور صاف گوئی عطا کی کہ وہ بڑے سے بڑے ذمہ دار کو اس کی کوتاہیوں پر للکار سکے، امام ابن کثیر نے اس سلسلے کا ایک واقعہ نقل کیا ہے، جس کے راوی عبداللہ بن مصعب ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ منبر پر لوگوں سے خطاب کررہے تھے، تقریر کے دوران انہوں نے فرمایا:

عمر: لوگو! عورتوں کو چالیس اوقیہ سے زیادہ مہر مت دو، خواہ ذوالغصہ یعنی یزید بن الحسین الحارثی کی بیٹی ہی کیوں نہ ہو، اگر کسی نے اس سے زیادہ مہر دیا تو میں اس کو بیت المال میں جمع کردوں گا، یہ سن کر ایک خاتون اٹھیں اور بہ آواز بلند بولیں؟

خاتون: امیر المومنین! آپ کو ایسا حکم دینے کا حق کس نے دیا؟

عمر: آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں اور کیوں؟

خاتون: اس لیے کہ اللہ تعالی ارشاد ہے: "و ء اتیتم احدا ھن قنطارا فلا تأخذوا منه شيئا" اگر تم نے ان میں سے کسی عورت کو مہر میں خزانہ دے دیا ہے پھر بھی تم اس میں سے کچھ مت لو'۔

عمر: ''واقعی عورت حق بجانب ہے، مجھ سے خطا ہوئی ہے۔

**دیدۂ عبرت نگاہ:**

ایک سن رسیدہ عرب خاتون جو ہمیشہ قرآن کی زبان میں گفتگو کرتی

تھیں، حج کے راستہ میں بیٹھی کسی کا انتظار کر رہی تھیں، ادھر سے عبداللہ بن مبارک کا گزر ہوا، یہ عباسی دور کے ایک عظیم المرتبت عالم دین گزرے ہیں، وہ بھی حج کو جا رہے تھے، اس موقع پر عبداللہ بن مبارک اور اس باذوق خاتون کے درمیان جو بات ہوئی وہ اس قرآن سے بے توجہی برت رہی نئی نسل کے لیے تازیانۂ عبرت ہے، مکالمہ ملاحظہ ہو:

عبداللہ بن مبارک: " السلام علیك ورحمة الله"۔

خاتون: "سلام قولاً من رب رحیم" سلام کا جواب تو خود پروردگار عالم کی طرف سے ہے۔

عبداللہ بن مبارک: ''اللہ تعالی آپ پر رحم کرے، یہاں کیوں بیٹھی ہیں؟''۔

خاتون: " من یضلل الله فلا هادی له" جس کو اللہ تعالی گمراہ کردے اس کو راہ راست پہ لانے والا کوئی نہیں ہے''۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ میں راستہ بھولی ہوئی ہوں۔

عبداللہ بن مبارک: ''کہاں کا ارادہ ہے؟''۔

خاتون: " سبحان الذین اسری بعبده لیلاً من المسجد الحرام إلی المسجد الأقصی" پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے کچھ حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصی کی سیر کرائی''۔

مطلب یہ کہ میں بیت المقدس سے آ رہی ہوں اور مکہ مکرمہ کا ارادہ ہے۔

عبداللہ بن مبارک: ''آپ یہاں کب سے بیٹھی ہیں؟''۔

خاتون: " ثلاث لیال سویا" برابر تین روز سے۔

عبداللہ بن مبارک: ''آپ کا زادراہ کہاں ہے؟''۔

خاتون: "هو یطعمنی ویسقین" اللہ تعالی مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

عبداللہ بن مبارک: ''اور وضو کا پانی؟''۔

خاتون: " فلم تجدوا ماءً فتیمموا صعیداً طیباً" تم پانی نہ پاسکو تو پاک مٹی سے تیمّم کرلو، خاتون نے آیت کی مدد سے بتایا کہ چونکہ یہاں پانی نہیں ہے، اس لیے تیمّم کر لیتی ہوں۔

عبداللہ بن مبارک: ''کھانا حاضر ہے تناول فرمائیے''۔

خاتون: " ثم اتموا الصیام إلی اللیل" پھر رات تک روزہ پورا کرو، مطلب یہ تھا کہ وہ روزے سے ہیں۔

عبداللہ بن مبارک: ''یہ رمضان کا مہینہ تو نہیں ہے''۔

خاتون: "ومن تطوع خیراً فإن الله شاکر علیم" اور جو شخص بخوشی کار خیر کرے تو اللہ تعالی قدرداں اور خوب جاننے والا ہے، گویا یہ ان کا نفلی روزہ تھا۔

عبداللہ بن مبارک: ''لیکن سفر میں تو افطار کی اجازت ہے؟''۔

خاتون: "وان تصوموا خیرلکم ان کنتم تعلمون" اور تمہارا روزہ رکھنا بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

عبداللہ بن مبارک: ''آپ میرے انداز میں گفتگو کیجئے!''۔

خاتون: "مایلفظ من قول إلا لدیه رقیب عتید" انسان اپنے منھ سے کچھ نہیں نکالتا ہے مگر اس کے پاس نگہبان تیار ہے۔

چونکہ فرشتے انسان کی ہر بات کو لکھ لیتے ہیں اس لیے احتیاطا قرآن ہی کی زبان میں گفتگو کرتی ہوں، مبادا کوئی غلط بات زبان سے نکل جائے۔

عبداللہ بن مبارک: ''کس قبیلے سے آپ کا تعلق ہے؟''۔

خاتون: "ولاتقف مالیس لك به علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئك کان عنه مسئولا" اور جس بات کی تجھے تحقیق نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ، کیونکہ کان، آنکھ اور دل کے بارے میں ہر شخص سے باز پرس ہوگی۔

عبداللہ بن مبارک: ''معاف کردیجئے مجھ سے غلطی ہوگئی''۔

خاتون: "لاتثریب علیکم الیوم یغفرالله لکم" آج تم پر کوئی سرزنش نہیں ہے، اللہ تعالی تمہاری مغفرت کرے گا۔

عبداللہ بن مبارک: ''کیا آپ میری اونٹنی پر سوار ہو کر قافلے سے جاملنا پسند کریں گی؟''۔

خاتون: " وماتفعلوا من خیر یعلمه الله" اور جو نیک کام کرو

گے اللہ تعالی اس کو جانتا ہے۔

ضعیفہ کی آمادگی کا اشارہ پاکر عبداللہ بن مبارک نے اپنی اونٹنی بٹھالیا اور کہا سوار ہو جایئے!۔

خاتون:"قل للمومنين يغضوا من ابصارهم" مسلمانوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں جھکی رکھیں۔

عبداللہ ابن مبارک خاتون کا مدعا سمجھ جاتے ہیں اور وہاں سے کچھ دور ہٹ کر کھڑے ہو جاتے ہیں، وہ خاتون اونٹنی پر سوار ہو جاتی ہیں اور دعا پڑھتی ہیں۔

خاتون: سبحان الذى سخرلنا هذا وماكنا له مقرنين وانا إلى ربنا لمنقلبون" اس کی ذات پاک ہے جس نے ہمارے لیے ان چیزوں کو مسخر کر دیا، حالانکہ ہم ان کو قابو میں کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔

عبداللہ اونٹنی کی مہار تھام لیتے ہیں اور اسے زور سے للکارتے ہیں:

خاتون:" واقصد فى مشيك واغضض من صوتك" اپنی رفتار میں اعتدال پیدا کرو اور اپنی آواز کو پست کر۔

عبداللہ بن مبارک خراماں خراماں چلتے ہوئے مترنم آواز میں حدی خواں ہو گئے، یہ بات خاتون کو ناگوار گزری، اس نے آیت کی روشنی میں فرمائش کی۔

خاتون:"فاقرؤا ماتيسر من القرآن" سو تم کو جتنا میسر ہو قرآن پڑھو۔

عبداللہ بن مبارک:''اے خالہ! آپ کے خاوند زندہ ہیں''۔

خاتون:"ياأيها الذين آمنوا لاتسألوا عن أشياء إن تبدلكم تسؤكم " اے ایمان والو! ایسی باتیں مت پوچھو کہ اگر ظاہر کر دی جائیں تو وہ تمہاری ناگواری کا سبب ہو، اس طرح باتوں ہی باتوں میں دونوں قافلے کو پا لیتے ہیں۔

عبداللہ بن مبارک:'' قافلے میں آپ کا کوئی لڑکا یا عزیز ہے جو آپ کا انتظار کر رہا ہو؟''۔

خاتون:"المال والبنون زينة الحياة الدنيا" مال واولاد دنیوی زندگی کی زینت ہیں، جس کا مطلب تھا کہ میرے لڑکے میرا انتظار کر رہے ہیں۔

عبداللہ بن مبارک:'' آپ کے لڑکے قافلے میں کیا کام کرتے ہیں؟''۔

خاتون:"وعلامات وبالنجم هم يهتدون" اور بہت ساری نشانیاں ہیں اور وہ لوگ ستاروں سے راستہ معلوم کرتے ہیں، مطلب یہ تھا کہ وہ قافلے کی رہنمائی کا کام انجام دیتے ہیں۔

عبداللہ بن مبارک:''ان کے نام کیا ہیں؟''۔

خاتون:"واتخذ الله إبراهيم خليلاً" اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو دوست بنایا" وكلم الله موسى تكليماً" اللہ نے موسیٰ سے گفتگو کی "يايحيىٰ خذالكتاب بقوة" اے یحییٰ کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لو۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ انھوں نے ان کے نام ابراہیم، موسیٰ اور یحییٰ بتائے، عبداللہ ابن مبارک نے ان ناموں کو پکارا، تینوں فوراً حاضر خدمت ہوئے۔

خاتون: (اپنے بیٹوں سے)"فابعثوا أحدكم بورقكم هذه إلى المدينة فلينظر أيها ازكى طعاماً فلياتكم برزق منه" اپنے میں سے کسی کو یہ پیسے دے کر شہر کی طرف بھیجو، پھر وہ تحقیق کرے کہ کون سا کھانا حلال ہے، پس اس میں سے تمہارے پاس کھانا لے آئے۔

بازار سے جب کھانا آ گیا تو خاتون نے عبداللہ بن مبارک سے کہا:

خاتون:''كلوا واشربوا هنيئا بما اسلفتم فى الايام الخالية" مزے کے ساتھ کھاؤ، پیو، ان اعمال کے صلے میں جو تم نے گزشتہ ایام میں کیے ہیں۔

پھر خاتون ابن مبارک کے حسن سلوک کا شکریہ ادا کرتے ہوئے یہ آیت پڑھی "هل جزاء الإحسان إلا الإحسان" نیک عمل کا بدلہ احسان کے سوا اور کیا ہے۔

خاتون کے بیٹوں نے ابن مبارک کو بتایا کہ ان کی ماں چالیس سال سے قرآن ہی کے ذریعہ گفتگو کرتی ہیں، محض اس خوف سے کہ کہیں لغزش نہ ہو جائے، جو اللہ تعالی کی ناراضگی کا سبب ہو۔

**عدل کا دستور ہے کہ......:**

خلیفۂ رابع سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سرکاری خزانچی علی بن ابورافع بیان کرتے ہیں کہ بصرہ کی جنگ کے موقعے پر مال غنیمت میں ایک بیش قیمت موتیوں کا ہار بھی آیا، جسے بیت المال میں رکھ دیا گیا، کچھ دنوں بعد جب زینب بنت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو اس ہار کا علم ہوا تو انہوں نے ایک قاصد کے ذریعہ مجھ سے فرمائش کی۔

زینب: ''مجھے معلوم ہوا ہے کہ امیر المؤمنین کے سرکاری خزانے میں موتیوں کا ایک بیش قیمت ہار ہے، جو آپ کی نگرانی میں ہے، میری خواہش ہے کہ وہ ہار آپ مجھے عاریۃً عنایت کر دیں، عیدالاضحیٰ کے دن اسے پہننا چاہتی ہوں۔

ابن ابورافع: ''عاریۃً لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، البتہ تین دن کے بعد اسے واپس کر دینا ہوگا''۔

زینب: ''مجھے منظور ہے''۔

علی بن ابو رافع نے وہ ہار زینب کو دے دیا، عیدالاضحیٰ کے دن امیر المومنین کی نظر زینب کے گلے میں پڑے ہار پر پڑی، فوراً پہچان لیا اور زینب سے دریافت فرمایا:

امیر المؤمنین: ''تجھے یہ ہار کہاں سے ملا''۔

زینب: ''میں نے یہ ہار بیت المال کے معتمد علی بن ابورافع سے عاریۃً لیا ہے، اس شرط پر کہ عید کے دن پہن کر اسے واپس کر دوں گی''۔

امیر المؤمنین علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے اسی وقت معتمد خزانہ کو طلب کیا۔

امیر المؤمنین: ''ابن ابورافع؟ کیا تم عامۃ المسلمین سے خیانت کرتے ہو''۔

ابن ابورافع: ''معاذ اللہ! میری کیا مجال کہ ایسی جرأت کروں''۔

امیر المؤمنین: ''تو پھر تم نے کیسے بیت المال کا ہار امیر المومنین کی بیٹی کو عامۃ المسلمین کی اجازت کے بغیر دے دیا؟''۔

ابن ابورافع: ''امیر المؤمنین! وہ تو آپ کی لخت جگر ہے، اس نے ہار اس شرط لیا ہے کہ تین دن پہن لینے کے بعد اسے واپس کر دے گی''۔

امیر المؤمنین: ''زینب سے فوراً ہار واپس لو اور اسے بیت المال میں جمع کر دو اور ہاں! آئندہ خیال رہے کہ ایسی حرکت مت کرنا، ورنہ تمہیں سخت سزا دوں گا، افسوس ہے میری بیٹی پر، اگر اس نے وہ ہار عاریۃً نہ لیا ہوتا تو پہلی ہاشمی خاتون ہوتی جس کا چوری کے جرم میں ہاتھ کاٹا جاتا''۔

یہ تمام باتیں جب زینب کو معلوم ہوئیں تو اپنے بابا کے پاس آئیں اور عرض گزار ہوئیں:

زینب: امیر المؤمنین! میں تو آپ کی بیٹی اور جگر گوشہ ہوں، بھلا آپ ہی بتائیے کہ وہ ہار پہننے کا زیادہ مستحق میرے سوا کون ہوسکتا ہے؟''۔

امیر المومنین! ابو طالب کی بیٹی! اپنے کو حق دار کیوں سمجھ رہی ہو، ذرا تو ہی بتا کہ کیا مہاجرین وانصار کی تمام عورتوں کو عید کے دن زیب وزینت کے لیے اس طرح کے زیورات میسر ہیں؟''۔

زینب نے وہ ہار اسی وقت بیت المال کو واپس کر دیا۔

❁❁❁❁❁

es\A020.TIF found.

مسائل وفقہ

گیارہویں قسط

# امامت کے مسائل اوراحکام

محمد مسعود عزیزی ندوی رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی

**امام ومقتدیکی جگہ کا ایک ہونا:**

امام ومقتدی کی جگہ کا ایک ہونا بھی اقتداء کے جواز کے لیے شرط ہے، اس لیے کہ اقتداء نماز میں اتباع کامل کی متقاضی ہے اور جگہ چونکہ نماز کے لوازمات میں سے ہے، اس لیے جگہ میں بھی تبعیت ضروری ہے، اور جگہ کے مختلف ہونے کی صورت میں مکان کی تبعیت نہیں ہوگی تو نماز کی تبعیت بھی ختم ہوجائے گی، اس لیے کہ اس کا لازم (یعنی جگہ کا ایک ہونا) معدوم ہوگیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اختلاف مکانی کی صورت میں مقتدی کے لیے امام کا حال مخفی ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے متابعت مشکل ہوجاتی ہے اور متابعت کا مطلب اقتداء ہے، اس لیے اگر ان دونوں کے درمیان عام راستہ ہو جس سے لوگ گذرتے ہوں، یا کوئی بڑی نہر ہو تو اقتداء بالکل درست نہیں ہے؛ کیونکہ اس سے عرف میں بھی اور حقیقت میں بھی جگہ مختلف ہوجاتی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک موقوف اور مرفوع روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''جس (مقتدی) اور امام کے درمیان کوئی نہر یا راستہ یا عورتوں کی صف ہو تو اس کی اقتداء صحیح نہیں ہوگی، عام راستہ کی مقدار جو صحت اقتداء کے لیے مانع ہے وہ وہ ہے کہ جس میں کوئی گاڑی گذرجائے یا سامان لے کر گدھا یا کھچر گذرجائے اور امام ابوالقاسم الصفار سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کی مقدار یہ ہے کہ جس میں اونٹ گذرجائے اور بڑی نہر وہ ہے جس کا پار کرنا پل یا اس جیسی کسی اور تدبیر کے علاوہ ممکن نہ ہو، امام سرخسیؒ نے ذکر کیا ہے کہ راستہ سے مراد یہ ہے کہ جس میں گاڑی گذرجاتی ہو اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہ ہو، اور نہر سے مراد وہ نہر ہے جس میں کشتیاں چلتی ہوں ورنہ اس سے چھوٹی نہر ''جدول'' کے قائم مقام ہے، جو اقتداء کے درست ہونے کے لیے مانع نہیں ہے، اگر صفیں راستہ پر ملی ہوئی ہوں تو اقتداء جائز ہے، اس لیے کہ صفوں کا اتصال اس بات سے مانع ہوتا ہے کہ لوگ اس طرف سے گذرتے ہوں، لہٰذا وہ راستہ باقی نہیں رہتا بلکہ وہ نماز کے حق میں مصلی (نماز پڑھنے کی جگہ) ہوجاتا ہے، اور یہی حکم اس نہر کا ہے جس پر پل تعمیر ہو اور صفیں اس پر متصل ہوں، جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے اور اگر ان دونوں کے درمیان دیوار حائل ہو تو اس کے جواز کا ذکر ''اصل'' میں موجود ہے، امام حسن نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ یہ جائز نہیں اور اس کی دو شکلیں ہیں، اگر دیوار چھوٹی و پست ہو بایں طور کہ تمام سواریاں اس پر ٹھہر سکیں جیسے چھوٹی دیوار ہوتی ہے، تو یہ اقتدا کو نہیں روکتی ہے، اس لیے کہ یہ مکان میں پیروی کو نہیں روکتی ہے اور امام کی حالت کے مخفی ہونے کا سبب بھی نہیں بنتی، اور اگر امام اور مقتدی کے درمیان ایسی طویل وعریض دیوار حائل ہو جس میں کوئی سوراخ وغیرہ نہ ہو تو اقتداء ممنوع ہوگی اور اگر اس میں شگاف وغیرہ ہو جس سے امام کی حالت کا مشاہدہ ہوتا ہو تو اس میں بالاتفاق اقتداء درست ہے اور اگر دیوار بڑی ہو اور اس میں بڑا دروازہ یا کھڑکی وغیرہ کھلی ہوئی ہو تو اس صورتحال کا حکم بھی مندرجہ بالا ہے، اور ان میں سے کوئی چیز نہ ہو تو اس سلسلے میں دو روایتیں ہیں۔

پہلی روایت کے مطابق کہا جاتا ہے کہ اقتداء صحیح نہیں ہوگی کیونکہ اس پر اپنے امام کی حالت مشتبہ ہوجاتی ہے، لہٰذا پیروی ممکن نہیں۔

دوسری روایت کی توجیہہ اس کا وجود ہے جو مکہ میں نماز میں لوگوں

کے عمل سے ظاہر ہوا کہ امام مقام ابراہیم میں کھڑا ہوتا ہے اور بعض لوگ خانہ کعبہ کے پیچھے دوسری جانب کھڑے ہوتے ہیں، ان کے اور امام کے درمیان کعبہ کی دیوار فاصل اور حائل ہوتی ہے تو ان میں سے کسی کی بھی اقتداء ممنوع نہیں ہوتی، تو یہ جواز کی دلیل ہے اور اگر ان دونوں کے درمیان عورتوں کی صف ہو تو یہ اقتداء کے درست ہونے کو ممنوع قرار دیتی ہے اور اگر امام کی اقتداء مسجد کے اخیر میں کی اس حال میں کہ امام محراب کے اندر ہو، تو یہ جائز ہے اس لیے کہ مسجد کے اطراف دوری کے باوجود مکان واحد کے حکم میں، اور اگر کوئی مسجد کی چھت پر کھڑا ہو اور وہاں سے امام کی اقتداء کرنا چاہتا ہے تو اگر وہ امام سے پیچھے یا مد مقابل میں کھڑا ہوا ہو تو اس کے لیے جائز ہے، جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''وہ مسجد کی چھت پر کھڑے ہو کر امام کی اقتداء کر رہے تھے اس حال میں کہ امام مسجد کے اندر تھا'' اور مسجد کی چھت مسجد کے تابع ہوتی ہے، اس لیے جو حکم اصل کا ہوتا ہے وہی تابع کا ہوتا ہے گویا کہ وہ بھی مسجد کے اندرون میں ہے، اور یہ حکم اس وقت تک صحیح ہوگا جب مقتدی پر اپنے امام کی حالت مشتبہ نہ ہو، اگر اس پر امام کی حالت مشتبہ ہو جائے، تو یہ جائز نہیں، اور اگر مقتدی امام سے آگے کھڑا ہو تو تبعیت نہ پائے جانے کی وجہ سے جائز نہیں ہوگا، جیسا کہ مسجد کے اندر آگے بڑھنا جائز نہیں اسی طرح اگر کسی کی چھت مسجد کے ایک سرے سے متصل ہو اور ان دونوں کے درمیان کوئی راستہ وغیرہ نہ ہو اور وہاں امام کی اقتداء کرے تو اقتداء ہمارے نزدیک صحیح ہو جاتی ہے اور شوافع کے یہاں اقتداء صحیح نہ ہوگی، اس لیے کہ اس نے بغیر کسی ضرورت کے جماعت کے ساتھ نماز کی جگہ کو ترک کیا۔

اور ہماری دلیل یہ ہے کہ اگر چھت مسجد کی چھت سے متصل ہے تو یہ مسجد کی چھت کے تابع ہوگی اور مسجد کی چھت کے تابع ہونا مسجد کے حکم میں ہے، اس لیے جو لوگ چھت پر ہیں ان کی اقتداء اس طرح ہے گویا کہ وہ مسجد کی چھت پر ہوں اور یہ مسئلہ اس وقت ہے جب امام کی حالت اس پر مشتبہ نہ ہو، اور اگر مسجد کے باہر سے مسجد میں موجود امام کی اقتداء کی تو اگر صفیں متصل ہیں تو جائز ہے ورنہ نہیں، اس لیے کہ وہ جگہ صفوں کے متصل ہونے کے حکم کی وجہ سے مسجد سے ملحق ہے، اور یہ مسئلہ اس وقت ہے جب امام مسجد میں نماز پڑھا رہا ہو؛ لیکن جب امام صحراء میں نماز پڑھا رہا ہو تو اگر امام اور لوگوں کے درمیان دو صف یا اس سے زیادہ کا فاصلہ ہو تو ان کی اقتداء جائز نہیں، اس لیے کہ یہ عام راستہ یا بڑی ندی کے حکم میں ہے، جو اختلاف مکان کا باعث ہے، اور ''فتاویٰ'' میں مذکور ہے کہ ابونصر سے ایسے امام کے بارے میں مسئلہ دریافت کیا گیا جو وسیع بیابان میں نماز پڑھا رہا ہو، اس کے اور لوگوں کے درمیان کتنا فاصلہ رہنا چاہئے جو اقتداء کے صحیح ہونے کے لیے مانع نہ ہو؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ جب فاصلہ اس مقدار میں ہو جس سے صف میں کھڑا ہونا ممکن نہ ہو تو ان کی نماز درست ہے، پھر پوچھا گیا کہ اگر وہ عیدگاہ میں نماز پڑھا رہا ہو تب کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا اس کا بھی مسجد جیسا حکم ہے اگر امام کسی دوکان پر نماز پڑھا رہا ہے اور لوگ اس کے نیچے یا بیچ میں ہے تو جائز ہے، لیکن مکروہ ہے، جواز کی علت یہ ہے اس سے تبعیت منقطع نہیں ہوتی جو امام کی حالت کے پوشیدہ ہونے کا باعث ہے اور کراہت کی علت یہ ہے کہ یہ اختلاف مکان کا شبہ ہے اور عام فقہاء کے نزدیک مقتدی کا امام کے پیچھے صف میں اکیلے نماز پڑھنا صحت اقتداء کے لیے مانع نہیں ہے اور محدثین حضرات جن میں امام احمد بن حنبل بھی ہیں ممانعت کے قائل ہیں، ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھنے والے کی نماز درست نہیں ہے''۔ (مسند احمد صفحہ ۳۰۳/جلد ۴/ابن ماجہ ۱۰۰۳)

اور حضرت وابصہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو ایک کنارے پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا اپنی نماز لوٹاؤ اس لیے کہ صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھنے والے کی نماز درست نہیں ہے۔ (مسند احمد صفحہ ۲۲۸/جلد ۴، ابوداؤد ۶۸۲)

اور احناف کہتے ہیں نماز جائز ہے، اور ان کی دلیل حضرت انس بن مالکؓ کی یہ روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

مجھے اور یتیم کو اپنے پیچھے کھڑا کیا اور میری ماں ام سلیم رضی اللہ عنہا کو ہمارے پیچھے کھڑا کیا۔ (مؤطا امام مالک صفحہ۱۵۳ رجلد۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلیم کی تنہا اقتداء کو صف کے پیچھے جائز قرار دیا ہے، اور یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ عورت کا مرد کی محاذات میں کھڑا ہونا مرد کی نماز کے لیے مفسد ہے، اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھنے کی ممانعت کے باوجود حضرت ام سلیم کو ان دونوں کے پیچھے کھڑا کیا، اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کی نماز کی حفاظت کی خاطر ایسا کیا اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اس حال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں تھے آپ رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہہ کر رکوع کیا اور اسی حالت میں آہستہ سے صفوں سے مل گئے، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالی تمہاری حرص کو بڑھائے؛ لیکن دوبارہ ایسا مت کرنا یا یہ فرمایا کہ نماز کا اعادہ نہ کرو، صف کے پیچھے تنہا اقتداء کو جائز قرار دیا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر یہ معلوم ہوجائے کہ اس کے پہلو میں جو تھا وہ محدث ہے، تب بھی بالاتفاق اس کی نماز صحیح ہوجائے گی، اگر چہ وہ حقیقی طور پر صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھ رہا ہے اور حدیث نفی کمال پر محمول ہے اور اعادہ کا حکم شاذ ہے، اور اگر یہ ثابت بھی ہوجائے تب بھی اس کا احتمال ہے کہ اس کے اور امام کے درمیان مانع اقتداء کوئی عمل واقع ہوا ہو، اور حدیث اسی پر دلالت کررہی ہے، اس لیے حدیث میں ایک کنارہ میں نماز پڑھنے کی ممانعت وارد ہے؛ لیکن علماء احناف کے نزدیک مسئلہ یہ ہے کہ اگر صف میں خلا باقی ہو تو اس سے جا ملے پھر تکبیر کہے اور بغیر کسی ضرورت کے تنہا نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

اور اگر تنہا نماز پڑھ رہا تھا، پھر صف سے ملنے کے لیے چلا، تو فتاوی میں محمد بن سلمہ سے منقول ہے کہ اگر نماز میں ایک صف کے بقدر چلا ہے تو نماز فاسد نہیں ہوگی، اور اگر اس سے زیادہ چلا ہے تو نماز فاسد ہوجائے گی، اسی طرح مسبوق جب چھوٹی ہوئی رکعت پوری کرنے کے لیے کھڑا ہو، تو آگے بڑھ جائے حتی کہ لوگ اس کے سامنے سے نہ گذریں، تو اگر ایک صف کے بقدر بڑھا ہے تو نماز فاسد نہیں ہوگی، اور اگر ایک صف سے زیادہ بڑھا ہے تو فاسد ہوجائے گی، اسی کو فقیہ ابواللیثؒ نے اختیار کیا ہے، خواہ مسجد میں ہو یا کسی صحراء میں، اور اگر ایک صف کے بقدر چلتا ہے اور پھر کھڑا ہوجاتا ہے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی، اور اس سلسلے میں بعض فقہاء نے سجدے کی جگہ پر قیاس کیا ہے، اور بعض لوگوں نے دو صفوں پر قیاس کیا، تو جب اس سے زیادہ بڑھ جائے تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ (بدائع الصنائع صفحہ۳۶۴ رجلد۱)

**صفوں میں خالی جگہ کو پر کرنا:**

اور لوگوں کے لیے مناسب ہے کہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوں تو صفوں کو سیدھی کرلیں اور خالی جگہ کو پر کرلیں اور کاندھے سے کاندھا ملالیں، جب کوئی شخص نماز پڑھنے کے لیے آئے اور امام کو رکوع میں پائے تو اگر صف کے اخیر میں خلا ہے تو صف کے باہر تکبیر تحریمہ نہ کہے، بلکہ اس کے خلا کو پر کرکے تکبیر تحریمہ کہے، اگر چہ وہ رکعت چھوٹ جائے اور اس کے لیے مکروہ ہے کہ صف کے باہر تحریمہ باندھے، اسی طرح اگر صف کے اخیر میں خلا نہ ہو لیکن دوسری صفوں میں خلا ہو تو پہلے اس کو پر کرے، تب نماز شروع کرے، ورنہ مکروہ ہے، اگر صف میں خلا نہیں ہے تو صف کے پیچھے نماز شروع کرے اور اگر عمل کثیر (جو مفسد نماز ہے) کا خدشہ نہ ہو تو اگلی صف سے ایک آدمی کو اپنے پاس کرلے، تاکہ ایک نئی صف بن جائے، اگر عمل کثیر کا خدشہ ہے تو ایسا نہ کرے اگر صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھتا ہے تو یہ مکروہ ہے اور جب مقتدی نماز میں ہو پھر اپنے سامنے خلا دیکھے تو اس کے لیے بہتر ہے کہ ایک صف کے مقدار چل کر اس خلا کو پر کردے اور اگر مقتدی مذکور دوسری صف میں ہو اور پہلی صف میں خلا دیکھے تو اس کے لیے جائز ہے کہ اس کو پر کردے، لیکن اگر وہ تیسری صف میں ہو اور خلا پہلی صف میں ہو، تو اسے پر کرنے کے لیے نہ چلے، اگر وہ چلتا ہے تو اس کی نماز باطل ہوجائے گی، اس لیے کہ یہ عمل کثیر ہے اور عمل کثیر مفسد نماز ہے۔ (کتاب الفقہ صفحہ۳۸۳ رجلد۱)

تجزیہ

دوسری قسط

# ہندوپاک کے فقہی مکاتب فکر اور اسلامی فرقے

مولانا سید محمد عبدالرشید ندوی منیجر ندوہ کمپیوٹر سینٹر لکھنؤ

**دیوبندی اور بریلوی:**

جناب احمد رضا خان صاحب نے جب قرآن وحدیث کی غلط تاویل کے ذریعہ اپنے غلط عقائد کو ثابت کرنا چاہا تو اس کے رد کے لیے احناف میں سے علماء دیوبند ہی سب سے پہلے آگے بڑھے، علماء اہل حدیث بھی آگے آئے لیکن چونکہ اکثریت علماء دیوبند کی تھی اور عقائد بھی دونوں کے ایک ہی ہیں، اس لیے بریلوی علماء نے اپنے تمام مخالفوں کو دیوبندی کہنا شروع کردیا، خواہ دیوبند سے اس کا کوئی تعلق ہو یا نہ ہو، اسی طرح بریلوی علماء نے اپنے مخالفوں کو لفظ ''وہابی'' سے بھی پکارنا شروع کیا، اس نام سے سب سے پہلے انگریزوں نے اہل حجاز ونجد (یعنی سعودی عرب) کو پکارنا شروع کیا، جس کی وجہ یہ تھی کہ محمد بن عبدالوہاب جو مسلکاً حنبلی تھے، جب غیر اللہ کے سامنے سر جھکانے، قبروں اور ولیوں سے مدد مانگنے، پکی قبریں بنانے اور قبر پر عمارت بنانے اور دیگر بدعات ورسوم کو ختم کرنے کی کوشش کی تو انگریزوں نے ان کی اصلاحی تحریک کو بدنام کرنے اور اس سے سیاسی فائدہ اٹھانے کے لیے ان کے کافر ہونے کا زبردست پروپیگنڈہ کیا اور ان کو وہابی کے نام سے بدنام کیا، اس طرح ''وہابی'' لفظ گالی بن گیا اور بعد میں کافر کے ہم معنی ہوگیا۔

چونکہ محمد بن عبدالوہاب کی تمام اصلاحی کوششیں بریلوی مسلک وعقائد کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے والی تھیں اس لیے وہ بھی بریلوی علماء کے نزدیک کافر ٹھہرے۔

سعودی حکمراں آل سعود چونکہ مسلک کے اعتبار سے حنبلی ہیں اور محمد بن عبدالوہاب کو اپنا دینی رہنما وپیشوا مانتے ہیں اس لیے موجودہ سعودی حکومت بھی بریلوی علماء کے نزدیک کافر ہے۔

مختصر یہ کہ بریلوی حضرات اپنے مخالف مسلک والے کو دیوبندی کہتے ہیں یا وہابی کہتے ہیں خواہ اس کا کوئی تعلق دیوبند سے ہو یا نہ ہو اور اس کا مسلک حنفی ہو یا حنبلی ہو یا پھر اہل حدیث ہو، غرضیکہ ان کا ہر مخالف دیوبندی ہے یا وہابی ہے اور نتیجتاً کافر ہے۔

**بریلوی جماعت:**

بریلوی جماعت کے بانی ومؤسس مولانا احمد رضا خان صاحب کی جائے پیدائش شہر ''بریلی'' کی طرف منسوب ہے، یہ جماعت امام ابوحنیفہ کے مسلک پر شدت سے تقلید کرنے کی مدعی ہے، اس جماعت کے علماء اپنے ہم مسلک وہم خیال لوگوں کو اہل سنت والجماعت کہتے ہیں اور علماء دیوبند، علماء ندوۃ العلماء، اہل حدیث، جماعت اسلامی، تبلیغی جماعت اور دیگر اداروں اور جماعتوں کو دیوبندی، وہابی یا غیر مقلد کہتے ہیں، ان کے نزدیک ان تمام اداروں اور جماعتوں سے متعلق افراد اور ان کے ذمہ دار سب کافر ہیں اور جو ان کو کافر نہ سمجھے وہ بھی کافر ہے، تنہا ان کی جماعت مسلمان ہے باقی سب گمراہ ہیں۔

مولانا عبدالحئی حسنی اپنی کتاب ''نزہۃ الخواطر'' جلد ہشتم میں مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

احمد رضا خاں صاحب فقہی اور کلامی مسائل میں بہت متشدد تھے، کفر کا فتوی لگانے اور مسلمانوں کے درمیان تفریق ڈالنے میں جلد باز تھے، ان کے اپنے عقیدے اور تحقیق کے مطابق کسی شخص پر کفر کا فتوی

لگانے کے بعد کوئی لچک یا نرمی نہیں ہوتی تھی اور نہ ایسے شخص کے بارے میں کسی تاویل کی گنجائش ہوتی، جو شخص ان کی موافقت نہ کرتا وہ بھی کفر کے فتوی سے نوازا جاتا، ہمیشہ ہر اصلاحی تحریک کے پیچھے پڑے رہتے، مختلف رسائل و کتب علماء ندوۃ العلماء اور علماء دیو بند کے کفر کے سلسلہ میں تصنیف کئے، پھر تکفیر میں اس انتہا کو پہنچ گئے کہ یہاں تک لکھ دیا کہ جو کوئی ان لوگوں کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

مذکورہ بالا باتوں کے ثبوت کے لیے بریلوی علماء کی بعض کتابوں سے چند اقتباسات یہاں نقل کئے جا رہے ہیں، جن میں مختلف اداروں اور جماعتوں کے افراد کو کافر قرار دیا گیا ہے، ملاحظہ ہو:

۱- تم پر لازم ہے کہ عقیدہ رکھو، بے شک نذیر حسین دہلوی کافر ومرتد ہے اور اس کی کتاب ''معیار حق'' کفری قول اور نجس تر از بول ہے وہابیہ کی دوسری کتابوں کی طرح۔

۲- جو شاہ اسماعیل اور نذیر حسین وغیرہ کا معتقد ہو، ابلیس کا بندہ، جہنم کا کندہ ہے، اہل حدیث سب کافر و مرتد ہیں۔

۳- کفر میں مجوس یہود و نصاری سے بدتر ہیں، ہندو مجوس سے بدتر ہیں اور وہابیہ ہندوؤں سے بھی بدتر ہیں۔

۴- وہابیہ اصلاً مسلمان نہیں، ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے، ان سے مصافحہ ناجائز و گناہ ہے، جس نے کسی وہابی کی نماز جنازہ پڑھی تو تجدید اسلام اور تجدید نکاح کرے۔

۵- وہابی ہر کافر، اصلی یہودی، نصرانی، بت پرست اور مجوسی سے زیادہ اخبث، نقصان دہ اور بدتر ہے۔

۶- دیو بندی عقیدے والوں کی کتابیں ہندوؤں کی پوتھیوں سے بدتر ہیں، ان کی کتابوں کو دیکھنا حرام ہے۔

۷- دیو بندیوں کے کفر میں شک کرنے والا کافر ہے۔

۸- ندوۃ العلماء کو ماننے والے دہریئے اور مرتد ہیں۔

۹- ندوہ کھچڑی ہے، ندوہ تباہ کن کی شرکت مردود، اس میں صرف بدمذہب ہیں۔

بریلوی جماعت کے شرکیہ عقائد کے بارے میں ''اسلامی انسائیکلو پیڈیا'' میں ''بریلوی تحریک'' کے زیر عنوان تحریر ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں میں سے تھے مگر مظہر نور خدا تھے، اس لیے آپ کو بشر کہنا یا بھائی یا برابری کے لقب سے پکارنا حرام ہے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں، روز قیامت آپ شفاعت کریں گے، نیز اس دنیا میں بھی آپ مسلمانوں کی مدد کو پہنچتے ہیں، آپ سے مدد مانگنا اور یا رسول اللہ کا نعرہ لگانا جائز ہے، ان کی یعنی اولیاء کرام کی کرامات موت کے بعد بھی بدستور رہتی ہیں وہ بھی حاضر و ناظر ہوتے ہیں اور ان سے بھی مدد مانگی جاتی ہے، صوفیاء اور اولیاء امت کے ستون ہوتے ہیں، چالیس ابدال ہر وقت دنیا میں موجود ہوتے ہیں جو آفتوں کو ٹالتے رہتے ہیں، ان کے ذریعہ خلق کی حیات، روزی اور تقدیر کے فیصلے ہوتے ہیں، بریلویوں کے نزدیک جائز امور میں اولیاء اللہ کے مزاروں پر حاضری دینا، ان سے مدد مانگنا، فاتحہ، تیجہ، دسواں، چالیسواں کرنا میت کے ساتھ بزرگان دین کے تبرکات، غلاف کعبہ، شجرہ یا عہد نامہ رکھنا، تدفین کے بعد اذان، پختہ قبر بنانا، قبروں پر پھول چڑھانا اور چراغ جلانا، اولیاء اللہ کے نام پر جانور پالنا، عبدالنبی یا عبدالرسول وغیرہ نام رکھنا، اچھے اچھے کھانوں پر فاتحہ دلانا اور گیارہوں شریف وغیرہ کا ختم دلانا شامل ہے۔

بریلوی جماعت کے وہ عقائد جو سراسر قرآن و حدیث کے خلاف ہیں، ان میں سے چند کی تفصیل درج ذیل ہے۔

**حضرت محمد مصطفی ﷺ عالم الغیب ھیں:**

۱- لوح و قلم کا علم جس میں تمام ''ما کان و ما یکون'' ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم میں سے ایک ٹکڑا ہے۔

۲- نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے عالم کی کوئی شئی پردہ میں نہیں، یہ روح پاک عرش اور اس کی بلندی و پستی، دنیا، آخرت، جنت و دوزخ سب پر مطلع ہے؛ کیونکہ یہ سب اسی ذات جمع کمالات کے لیے پیدا کی

گئی ہیں۔

۳- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جانتے ہیں اور تمام موجودات و مخلوقات اور ان کے جمیع احوال کو تمام وکمال جانتے ہی، ماضی، حال، مستقبل میں کوئی شئی کسی حال میں ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مخفی نہیں۔

۴- صحابہ کرام یقین کے ساتھ حکم لگاتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے۔

۵- قیامت کب آئے گی، مینھ کب، کہاں اور کتنا برسے گا، مادہ کے پیٹ میں کیا ہے، کل کیا ہوگا، فلاں کہاں مرے گا، یہ پانچوں باتیں جو آیت کریمہ میں مذکور ہیں ان میں سے کوئی چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی نہیں اور کیونکر یہ چیزیں حضور سے پوشیدہ ہوسکتی ہیں حالانکہ حضور کی امت سے ساتوں قطب ان کو جانتے ہیں اور ان کا مرتبہ غوث کے نیچے ہے، غوث کا کیا کہنا، پھر ان کا کیا پوچھنا جو سب اگلوں پچھلوں، سارے جہاں کے سردار اور ہر چیز کے سبب ہیں اور ہر شئی انہیں سے ہے۔

**حضور ﷺ اور دیگر اولیاء ہروقت ہر جگہ حاضر وناظر ہوسکتے ہیں:**

۱- نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر آن، ہر مقام پر حاضر وناظر ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کو اپنی نظر مبارک سے دیکھ رہے ہیں۔

۲- نبی علیہ السلام نہ کسی سے دور ہیں اور نہ کسی سے بےخبر ہیں۔

۳- اولیاء اللہ ایک آن میں چند جگہ ہوسکتے ہیں اور ان کے بیک وقت چند اجسام ہوسکتے ہیں، حضور علیہ السلام کو دنیا میں سیر فرمانے کا اپنے صحابہ کرام کی روحوں کے ساتھ اختیار ہے، آپ کو بہت سے اولیاء نے دیکھا ہے، اپنی امت کے اعمال میں نگاہ رکھنا، ان کے لیے گناہوں سے استغفار کرنا، ان سے دفع بلا کی دعا فرمانا، اطراف زمین میں آنا جانا، اس میں برکت دینا اور اپنی امت میں کوئی صالح آدمی مرجائے تو اس کے جنازے میں جانا، یہ حضور علیہ السلام کا مشغلہ ہے۔

۴- جناب احمد رضا خان سے معلوم کیا گیا کہ کیا اولیاء ایک وقت میں چند جگہ حاضر ہونے کی قوت رکھتے ہیں تو انھوں نے جواب دیا ''اگر وہ چاہیں تو ایک وقت میں دس ہزار شہروں میں دس ہزار جگہ کی دعوت قبول کرسکتے ہیں''۔

۵- جناب احمد رضا خان صاحب اپنی کتاب ''خالص الاعتقاد'' صفحہ ۴۰ر پر لکھتے ہیں ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کریم تمام جہاں میں ہر مسلمان کے گھر میں تشریف فرما ہے'' اسی کتاب کے صفحہ ۱۵۶ر پر تحریر کرتے ہیں ''حضور علیہ السلام کی نگاہ پاک ہر وقت عالم کی ذرہ ذرہ پر ہے اور نماز، تلاوت قرآن، محفل میلاد شریف اور نعت خوانی کی مجالس میں، اسی طرح صالحین کی نماز جنازہ میں خاص طور پر اپنے جسم پاک سے تشریف فرما ہوتے ہیں''۔

۶- کتاب ''تسکین الخواطر فی مسئلہ الحاضر وناظر'' صفحہ ۱۸ر پر درج ہے کہ ''اہل اللہ اکثر وبیشتر بحالت بیداری اپنی جسمانی آنکھوں سے حضور کے جمال مبارک کا مشاہدہ کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم مبارک اور روح اقدس کے ساتھ زندہ ہیں اور بےشک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اطراف زمین اور ملکوت اعلی میں جہاں چاہتے ہیں سیر اور تصرف فرماتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس ہیئت مبارکہ کے ساتھ ہیں جس پر وفات سے پہلے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی چیز بدلی نہیں ہے اور بےشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظاہری آنکھوں سے غائب کردیئے گئے ہیں جس طرح ملائکہ غائب کردیئے گئے ہیں، حالانکہ وہ سب اپنے جسموں کے ساتھ زندہ ہیں۔

**حضور ﷺ انسان نہ تھے بلکہ نورتھے:**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نور ہیں اور ساری مخلوق آپ کے نور سے ہے، اس سلسلے کے چند اشعار بھی ملاحظہ ہوں۔

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے، نہ سایہ نور کا
تیری نسل پاک میں بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

جب کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں آپ کو نور نہیں بلکہ بشر کہا ہے، قرآن کے خلاف آپ کو نور کہنا کیا گناہ نہیں، ارشاد باری ہے "قـــل انـما انابشر مثلکم یو حی الی "یعنی اے رسول! آپ فرمادیجئے کہ بیشک میں تمہاری طرح ایک انسان ہوں، مجھ پر وحی آتی ہے۔

حضور کے سلسلہ میں جناب احمد رضا خاں صاحب کا ایک یہ شعر بھی سن لیں اور پھر یہ بتائیں کہ اللہ اور بندہ میں فرق ہے یا نہیں ہے۔

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر
اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

**حضور صلی اللہ علیہ وسلم مختار کل ہیں:**

کتاب "الامن العلی" میں مرقوم ہے "کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا مگر حضور کے دربار سے، کوئی نعمت کسی کو نہیں ملتی مگر حضور کی سرکار سے۔

ہر چیز، ہر نعمت، ہر مراد، ہر دولت، اول تا آخر، آج سے ابدالاباد تک جیسے ملی یا ملنی ہے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس سے ملی اور ملتی ہے۔

تمام زمین ان کی ملک ہے، جنت ان کی جاگیر ہے، ملک السمٰوات والارض حضور کے زیر فرمان، جنت ونار کی کنجیاں دست اقدس میں دے دی گئیں، رزق خوراک اور ہر قسم کی عطائیں حضور ہی کی دربار سے تقسیم ہوتی ہیں، دنیا و آخرت حضور کی عطا کا ایک حصہ ہے۔

عام مسلمانوں میں یہ عقائد پہلے سے موجود تھے البتہ مولانا احمد رضا خان صاحب نے ان عقائد کو قرآن وحدیث سے غلط طور پر ثابت کرنے کی کوشش کی، اس اعتبار سے یقیناً وہ بیسویں صدی کے "مجدد الشرک والبدعت" ہیں، اس سلسلہ میں انہوں نے چھوٹی چھوٹی متعدد کتابیں لکھی ہیں، قرآن کریم کا ترجمہ بھی کیا، اس ترجمہ پر مولانا نعیم مرادآبادی نے "کنز العرفان" کے نام سے حاشیہ بھی لکھا ہے، قرآن مجید کا یہ ترجمہ اور حاشیہ خلیجی ممالک اور سعودی عرب میں لانا ممنوع ہے، ڈاکٹر جلیل احمد پروفیسر جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ ریاض سے ان کے بارے میں بات آئی تو انہوں نے کہا کہ میں نے خود "برٹش میوزیم لندن" میں بعض ایسے خطوط دیکھے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب احمد رضا خان صاحب حکومت برطانیہ کے وظیفہ خوار تھے اور ان کو حکومت برطانیہ سے ایک متعین رقم ملتی تھی، ایک دوسرے صاحب نے جن کا نام یاد نہیں رہا بتایا کہ یہ مقررہ رقم ان کو رامپور کے شیعہ نواب کے ذریعہ ملتی تھی۔

❁❁❁❁❁

## مناجات

یا رب تو ہمیں اپنی کریمی کا صلہ دے
ہم پیکر عصیاں ہیں تو ہی بخش خطا دے

دے نعرہ تکبیر میں وہ قوت تاثیر
سوئی ہوئی دنیا کو جو غفلت سے جگا دے

یا رب تو ہمیں ایسا مسیحا بھی عطا کر
جو ملت بیضا کا ہر اک درد مٹا دے

کر پھر سے عطا ہم کو وہ ایمانی حرارت
جو آتش نمرود کو گلزار بنا دے

دنیا کی ہوس نے ہمیں دیوانہ کیا ہے
یا رب ہمیں اسلام کا دیوانہ بنا دے

عرؔفاں کو بھی وہ تاب سخن دے کہ جہاں میں
اسلام کا پیغام سرے عام سنا دے

قاری محمد عرفان خان
شاملی، ضلع مظفر نگر (یوپی)

درس اتحاد

تیسری قسط

# اختلاف امت اور اتحاد کی سبیل

مولانا مفتی رحمت اللہ ندوی نیپالی، استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

**فقھی اختلاف:**

مختلف مکاتب فکر کا وجود فی نفسہ نہ معبوب ہے اور نہ ہی فروعی معاملات میں اختلاف رائے مذموم بلکہ یہ اسلام کا خاصہ ہے کہ اس میں اتنی لچک ہے کہ یہ ہر زمانے اور ہر قسم کی سوچ وفکر رکھنے والے لوگوں کے لیے یکساں طور پر قابل عمل ہے اور رہنمائی کی پوری صلاحیت رکھتا ہے، نوجوان فاضل ڈاکٹر مفتی فہیم اختر ندوی اس سلسلہ میں لکھتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت مسلمہ کو ایک روشن شاہراہ پر چھوڑا اور اس پر دو منارۂ نور نصب فرمائے جو اس شاہراہ کو ہمیشہ روشنی دیتے رہیں گے، یہ منارے ہیں اللہ کی کتاب قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، یہی دونوں پوری امت مسلمہ کے لیے بنیادی سرچشمے ہیں اور زندگی کے ہر مسئلہ کا حل ان دونوں سے ہی معلوم کیا جائے گا، حل معلوم کرنے کی یہ کوشش اجتہاد کہلاتی ہے اور معلوم کئے گئے احکام ''فقہ اسلامی'' کہلاتے ہیں، اجتہاد عہد نبوت سے جاری ہے اور اجتہادی مسائل میں مختلف علمی اسباب کی بناء پر اختلاف رائے بھی اسی وقت سے جاری ہے اور اجتہاد مسائل میں مختلف علمی اسباب کی بنا پر اختلاف رائے بھی اسی سے جاری ہے، دین کے اصولی احکام اور منصوص مسائل میں کوئی اختلاف نہیں ہے؛ لیکن فروعی مسائل میں دلیل کی بناء پر مختلف آراء سے امت کے لیے آسانی اور سہولت پیدا ہوتی رہی ہے، اس لیے سلف صالحین نے ایسے فروعی اختلاف کو بہ نظر استحسان دیکھا ہے''۔ (فقہی اختلاف اور شاہ ولی اللہ کا موقف صفحہ ۸)

معلوم ہونا چاہئے کہ اسلام کے عقائد اور اس کی بنیادی تعلیمات بالکل واضح ہیں اور ان پر جمہور امت کا اتفاق ہے، اسلام نے جو نظام شریعت عطا کیا ہے وہ پوری انفرادی واجتماعی زندگی پر حاوی ہے، زندگی کے بعض شعبوں میں خود شریعت نے بڑی حد تک تفصیلات فراہم کردی ہیں اور بعض کے سلسلے میں اصولی ہدایات دی ہیں، ان کی روشنی میں فقہاء وعلماء امت نے مزید تفصیلات مرتب کی ہیں، ان میں کہیں اتفاق ہے اور کہیں اختلاف ہے۔

احکام شریعت کے فہم میں اختلاف کا خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ثبوت ملتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نکیر نہیں فرمائی بلکہ اس کی تحسین فرمائی، صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین کے دور میں بھی یہ اختلاف رہا ہے، بعد میں اس بنیاد پر متعدد مدارس اور مکاتب فکر وجود میں آئے لیکن امتداد زمانہ کے ساتھ ان میں سے بیشتر کا وجود برقرار نہیں رہا، البتہ ائمہ اربعہ اور ان کے تلامذہ اور منتسبین کی فقہ پر جو مکاتب قائم ہوئے انہیں خاص شہرت حاصل ہوئی اور سارے عالم اسلام میں ان کی درس وتدرس، بحث ومباحثہ، تصنیف وتالیف اور تحقیق وتنقیح کا سلسلہ جاری رہا اور امت کی بہت بڑی اکثریت کے مسائل شریعت میں ان مکاتب فقہ پر اعتماد رہا۔

**دو حقیقتیں:**

فقہ اسلامی کے ان مختلف مکاتب کے درمیان جو اختلافات ہیں ان کے مطالعہ سے دو حقیقتیں واضح ہو کر سامنے آتی ہیں:

ایک یہ کہ اختلافات زیادہ تر جزوی اور فروعی ہیں، یہ کفر وایمان

یا حق و باطل کا اختلاف نہیں ہے، دوسرے یہ کہ ہر اختلاف کے پیچھے لازماً کتاب وسنت کی دلیل موجود ہے، کوئی اختلاف بے دلیل نہیں ہے، ان میں صرف ترجیح کا سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان میں سے کون سی دلیل قوی ہے اور کون سی ضعیف اور کمزور۔

**عہد اول کے اختلاف کا امتیاز:**

دور اول میں فقہی اختلافات اپنے فطری حدود میں رہے اور مختلف مکاتب فقہ کے درمیان اخذ واستفادہ اور احترام کا جذبہ بھی رہا، لیکن آہستہ آہستہ ان اختلافات نے تعصب اور تحذب کی شکل اختیار کرلی اور ایک نے دوسرے کے مسلک کو رد کرنا اپنا فرض سمجھ لیا، اس سے امت کی وحدت کو سخت نقصان پہنچا۔

ممتاز فقیہ اور مشہور عالم دین مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ العالی نے ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں: ''کچھ احکام قطعی ہیں جو ثبوت کے اعتبار سے یقینی اور وضاحت کے اعتبار سے ابہام واشتباہ سے ماوراء، ایسے مسائل میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں، دوسری قسم کے احکام وہ ہیں جو ظنی کہلاتے ہیں، جن میں ایک سے زیادہ آراء کی گنجائش ہے، اس لیے کہ ان کا ذریعہ ثبوت یقینی نہیں ہے، یا معنی ومفہوم کے اعتبار سے ایک سے زیادہ تشریح وتوضیح کی گنجائش ہے، تیسری قسم کے احکام وہ ہیں جن کو مصلحی کہا جاسکتا ہے یعنی شریعت کے مقاصد ومصالح اور لوگوں کی ضروریات اور حالات کو سامنے رکھ کر آراء قائم کی گئی ہوں اور قرآن وحدیث میں ان احکام کے سلسلہ میں کوئی تعیین وتحدید نہ پائی جاتی ہو۔

یہ دونوں طرح کے احکام دراصل اجتہاد کا محل ہیں اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے امور میں اجتہاد کی اجازت دی ہے، اجتہاد مخلصانہ طور پر قوت فکریہ کے استعمال سے عبارت ہے اور جہاں بھی انسان کی قوت فکریہ کے استعمال کا موقع دیا جائے گا وہاں اختلاف رائے کا پیدا ہونا ایک فطری امر ہے، خواہ دین کا معاملہ ہو یا دنیا کا، اسی لیے شریعت کے ظنی اور مصلحی احکام میں بہت سے مواقع پر نقطۂ نظر کا اختلاف پایا جاتا ہے، یہ اختلاف اگر اخلاص پر مبنی ہو اور اس کا مقصد اللہ تعالی کی خوشنودی کا حصول ہو تو یہ محمود ہے نہ کہ مذموم اور پسندیدہ ہے نہ کہ ناپسندیدہ، البتہ یہ ضروری ہے کہ اختلاف رائے کے اظہار میں عدل ہو، اعتدال ہو، دوسری رائے کا احترام ہو اور منصوص اور غیر منصوص امور کے فرق کو ملحوظ رکھا گیا ہو لیکن افسوس کہ کم علمی، تنگ ظرفی اور اصرار کی وجہ سے ہر عہد میں لوگوں کی ایک خاصی تعداد اس بارے میں افراط وتفریط کا شکار ہوتی رہی ہے''۔ (فقہی اختلاف اور شاہ ولی اللہ کا موقف از مقدمہ صفحہ ۲۷)

**فقہی اختلاف کے چند اسباب:**

اسلامی شریعت کا بڑا حصہ وہ ہے جس میں صرف اصولی ہدایات دی گئی ہیں، بہت ہی چھوٹے حصہ میں فروعی اور جزوی مسائل کی تعیین کی گئی ہے، ہر دور کے اہل علم ان اصولی ہدایات کی روشنی میں تفصیلات کی تعیین کرتے ہیں، ایسا کرتے وقت ان میں اختلاف رائے ہوتا ہے، اور اس کے اسباب اور وجوہات مختلف ہوتے ہیں، مثلاً جن نصوص کی روشنی میں وہ احکام متعین کرتے ہیں ان میں ایک سے زائد معنی ومفہوم کا احتمال ہوتا ہے، کبھی اس وجہ سے کہ ایک ہی مسئلہ کے بارے میں دو قسم کی ہدایات بظاہر ٹکرا رہی ہیں اور ان دونوں میں تطبیق یا ایک پر دوسرے کی ترجیح میں رائے علیحدہ ہوجاتی ہے اور بسا اوقات اختلاف رائے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ درپیش مسئلہ نیا ہوتا ہے اور قرآن وسنت کے ذخیرہ میں اس کا کوئی واضح حکم نہیں ملتا تو اس موقع پر اہل علم دوسرے ثانوی دلائل اور استدلال کے ذریعہ اجتہاد سے حکم متعین کرتے ہیں اور علیحدہ علیحدہ ہوجاتا ہے۔

**اختلاف کی نوعیت:**

اختلاف آراء صرف فروعی مسائل میں پیش آتے ہیں، اصولی اور بنیادی مسائل میں اتفاق رہتا ہے، فروعی مسائل میں اختلاف رائے ناگزیر ہے اور اس میں اللہ کی عظیم حکمت اور بڑی مصلحت کارفرما ہے، یہ کوئی اتفاقی حالات کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ یہی اللہ کی مشیت رہی ہے

اورعہدنبوی سے ہی ایسے واقعات ، ایسی مثالیں اورایسی صراحتیں سامنے آتی رہی ہیں جن کی روشنی میں فقہی اختلاف کی ضرورت ومعقولیت، اس کی معنویت وافادیت،اس کے اسباب اورحدود وآداب نمایاں ہوتے رہے ہیں۔

اللہ تعالی نے بعض بنیادی اورعموماً اصولی احکام کی طرح بیشتر فروعی اور تفصیلی احکام کو متعین طور پر بیان نہیں فرمایا ہے جب کہ یہ عین ممکن تھا کہ تمام احکام شریعت کو جزوی تفصیلات اور پوری صراحت کے ساتھ قطعی صورت میں قرآن وحدیث کے اندر محفوظ کردیا جاتا تاکہ کسی مسئلہ میں اختلاف فہم کی گنجائش نہ رہتی ،لیکن جب ایسا نہیں کیا گیا تواس سے صاف طور پر معلوم ہوگیا کہ فروعی مسائل میں وحدت ویکسانیت نہ مشیت الٰہی ہے اورنہ ہی مطلوب ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو حرج اور تنگی لاحق ہوتی جب کہ فروعی مسائل میں اختلاف آراءامت کے حق میں باعث آسانی وسہولت ہے۔

اسی لیے خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا:" ماسرني لو أن أصحاب محمدلم يختلفوا لأنهم لولم يختلفوا لم تكن رخصة" مجھے اس بات سے خوشی نہ ہوتی اگر اصحاب رسول اختلاف نہ کرتے کیونکہ اگر ان کا اختلاف نہ ہوتا تو رخصت نہ مل پاتی۔

حافظ سیوطی کا یہ قول بھی بڑا اہم اور لائق توجہ ہے:" اعـــلـــم أن اختلاف المذاهب في هذه الملة نعمة كبيرة وفضيلة عظيمة" جاننا چاہئے کہ اس امت میں مذاہب کا اختلاف ایک بڑی نعمت اور بہت بڑی فضیلت ہے۔

**اختلاف رائے کا آغاز کس طرح ہوا؟:**

فقہی اختلاف کی بنیاد کیا ہے اور یہ کیسے شروع ہوا؟ شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اس موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شریعت کا حصول دوطریقوں سے کیا گیا ہے، ایک طریقہ نقل وروایت متواتر تھا، یہ اعلی درجہ تھا، دوسرا درجہ نقل وروایت غیر متواتر تھا جس کی اعلی قسم مستفیض (کافی مشہور) ہے اور بڑے بڑے فقہی مسائل کی بنیاد اسی قسم پر ہے پھر صحیح حسن اوراس کے بعد مختلف فیہ روایات ہیں۔

شریعت کے حصول کا دوسرا طریقہ دلالت واستنباط کا تھا،صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بات ارشاد فرماتے یا کوئی عمل کرتے دیکھتے اوراس سے مستنبط کرتے ہوئے بتاتے کہ فلاں کام واجب ہے اورفلاں جائز ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال،اقوال،فتاوی اور فیصلوں کو صحابہ کرام نے اپنے مواقع کے اعتبار سے سیکھا اورانہیں محفوظ کیا اورمختلف علامتوں اورقرأت کی بنیاد پرآپ کے بعض افعال کو مباح تصور کیا اوربعض کو منسوخ سمجھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام مختلف علاقوں میں پھیلے، ہر صحابی اپنے علاقہ میں دوسرے لوگوں کے لیے پیشوا تھا، پیش آنے والے مسائل میں لوگ کثرت سے ان کی طرف رجوع کرتے اوروہ حدیث رسول کے مطابق جواب دیتے تھے، اگر ان کے علم میں حدیث نہ ہوتی تو وہ استنباط واجتہاد کرتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے احکام میں پیش نظر رہنے والی علت معلوم کرتے اورجن نئے مسائل میں وہ علت نظر آتی سابق حکم وہاں بھی جاری کرتے، اس طریقہ کار میں صحابہ کرام کے درمیان بعض مسائل کے جوابات میں اختلافات ہوئے اوران کے مسالک مختلف ہوئے، ان سے تابعین نے اخذ واستفادہ کیا اوراپنی حسب وسعت احادیث اورصحابہ کے مسالک کو سیکھا اور یاد کیا اورمختلف روایات واقوال میں تطبیق، ترجیح اورتنقید سے کام لیا، اس طرح علماء تابعین میں سے ہر تابعی کا علیحدہ مسلک قرار پاگیا۔

**اختلاف رائے کے اسباب:**

جہاں تک اختلاف رائے اورعلیحدہ نقاط نظر کے اسباب کا تعلق ہے اس پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بڑی منصفانہ گفتگو فرمائی اور تفصیل کے ساتھ ان اسباب پر روشنی ڈالی ہے، جن کی وجہ سے راویوں کا فرق واختلاف ہوا، شاہ صاحب کے مطابق صحابہ کرام کے

درمیان آراء کے چھ اسباب تھے ان کی تلخیص پیش کی جارہی ہے۔

**عدم واقفیت:**

یعنی کسی مسئلہ میں ایک صحابی نے حضور کا فیصلہ یا فتوی سنا، دوسرے صحابی نہ سن سکے اور انہوں نے اس میں احتیاط سے کام لیا۔

**استنباط میں فرق:**

حضور کو ایک عمل کرتے دیکھ کر ایک صحابی نے اسے عبادت سمجھا، دوسرے نے محض مباح عمل، جیسے دوران حج مقام ابطح میں حضور نے قیام کیا، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابن عمرؓ نے اسے قربت پر محمول کرتے ہوئے اسے حج کی سنت بتایا، لیکن حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباسؓ کی رائے ہوئی کہ یہ محض اتفاقی امر تھا، حج کی سنت نہیں تھی۔

**سھو اور نسیان :**

بعض صحابہ میں فرق سہو کی بنیاد پر بھی ہوا جیسے حضرت ابن عمرؓ نے ماہ رجب میں حضور کے عمرہ کرنے کا ذکر کیا لیکن حضرت عائشہ نے اسے ان کا سہو بتایا۔

**ضبط حدیث میں اختلاف:**

جیسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث بتائی کہ گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ حدیث کو صحیح طریقہ سے محفوظ نہیں کر سکے، پھر پورا واقعہ بیان کیا۔

**علت حکم کی تعیین:**

کبھی حکم کی علت متعین کرنے میں صحابہ کے درمیان اختلاف ہوا جیسے جنازہ دیکھ کر حضور کھڑے ہوئے تو اس کی وجہ کسی نے ملائکہ کی تعظیم سمجھی اور کافر و مومن دونوں کے جنازہ کے لیے اس حکم کو عام قرار دیا، کسی دوسرے صحابی نے اس کی وجہ موت کی ہولناکی سمجھی۔

**مختلف احادیث میں تطبیق:**

جیسے قبلہ رخ ہو کر استنجا کرنے کی ممانعت کے بعد خود آپ کو قبلہ رخ پیشاب کرتے اور ایسے ہی قبلہ کی طرف پشت کرکے قضاء حاجت کرتے دیکھا گیا، تو ان مختلف احادیث میں تطبیق کرتے ہوئے کسی نے ممانعت کے حکم کو منسوخ سمجھا، کسی نے صحراء میں ممنوع اور بیت الخلاء میں درست اور کسی نے دوسروں کے لیے ممنوع اور حضور کے لیے جائز سمجھا۔

صحابہ کرام کے درمیان ان اسباب کی وجہ سے اختلاف رائے ہوا، تابعین نے صحابہ کے مسالک کو سیکھا اور یاد کیا، مختلف روایات کو جمع کیا، بعض اقوال کو بعض پر ترجیح دی، بعض اقوال کبار صحابہ کے تھے، لیکن ان کے خلاف احادیث شہرت کے ساتھ مل گئیں تو وہ اقوال ترک کر دیئے گئے، ان کے بعد تبع تابعین کا عمل بھی تابعین سے بہت کچھ ملتا جلتا رہا اور اس طرح یہ اختلاف آراء منتقل ہوتا رہا۔

امام ابن تیمیہ کا فیصلہ کن قول غور سے پڑھنے اور یاد رکھنے کے قابل ہے، کوئی بھی امام اجتہادی مسائل میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی صریح حدیث سے عمداً اختلاف نہیں کرتا، اختلاف میں وہ معذور ہوتا ہے، جس کے بنیادی طور پر تین اسباب ہیں:

(۱) اس کا گمان ہوتا ہے کہ یہ حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی ہے۔

(۲) اس حدیث کا اس معاملہ پر انطباق نہیں ہوتا۔

(۳) اس کا خیال یہ ہوتا ہے کہ حدیث میں بیان کیا جانے والا حکم منسوخ ہے۔ (ملاحظہ ہو فتاوی ابن تیمیہ صفحہ ۲۳۲)

ڈاکٹر یوسف القرضاوی اختلاف کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں ممکن ہے کہ کسی مسئلہ میں آپ کے پاس صریح حدیث موجود ہو مگر وہ حدیث میرے پاس نہ ہو، ممکن ہے یہ حدیث آپ کے نزدیک صحیح ہو مگر میں اسے ضعیف سمجھتا ہوں، یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہی حدیث دونوں کے پاس ہو اور دونوں اس کی صحت پر متفق ہوں، مگر اس حدیث کو آپ اپنے طور پر سمجھ رہے ہوں اور میں اپنے طور پر، اس مسئلہ میں اختلاف نص حدیث سے نہیں بلکہ آپ کی رائے سے ہوگا۔

ائمہ کے درمیان اختلاف فطری اور طبعی ہے، تمام لوگوں کو ایک

قالب میں ڈھالنا ممکن نہیں، امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد کہا کرتے تھے:

''علماء کے درمیان آراء میں اختلاف وقت اور مصلحت کے مطابق ہے، ان کا اختلاف دلیل اور برہان نہیں''۔

ائمہ اور محدثین، علماء اور فقہاء دین میں اختلاف آراء کے باوجود آپس میں ایک دوسرے کا بڑا احترام تھا، اختلاف رائے آپسی تعلق پر اثر انداز نہ ہوتا تھا اور نہ ہی کسی کے احترام میں اس سے فرق پڑتا تھا، لیکن افسوس کہ ان کے ماننے والوں نے اس کا لحاظ نہ رکھا اور بعض نادانوں نے اتنی شدت اختیار کی کہ اختلاف کو انتشار وافتراق کا ذریعہ بنادیا اور پھر اسے پارٹی بندی اور عصبیت کا رخ دیدیا۔

استاذ گرامی جناب مولانا سید سلمان حسینی ندوی مدظلہ العالی اپنی اہم تصنیف ''قانون اسلامی کا ارتقاء'' کے باب اول میں ''عہد صحابہ اور عہد تابعین میں اختلاف کے اسباب'' کے عنوان کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

''مقاصد میں کتنی ہی یکسانیت ہو اور قلوب کتنے ہی متحد ومتفق ہوں عقل وفکر کا اختلاف، معانی کے ادراک اور قوت استنباط میں اختلاف کا لازمی ذریعہ بنتا ہے اور غور وفکر کے نتائج رائے اور مسلک کے اختلاف کی شکل میں سامنے آتے ہیں، اسی طرح افکار وخیالات، ماحول، پس منظر اور حالات کے اثرات بہت سے معاملات پر مرتب ہوتے چلے جاتے ہیں، الغرض فہم وادراک کا اختلاف، اسباب اختلاف میں ایک اہم سبب ہے، جس سے کوئی بھی صاحب فکر مستثنیٰ نہیں ہوسکتا ہے، اسی طرح کچھ خارجی اسباب کا بھی فکری یا فقہی نقطۂ نظر کی تشکیل میں دخل ہوتا ہے مثلاً بعض افراد کو معاملہ کی جملہ تفصیلات معلوم ہیں جب کہ دوسرے ان سے ناواقف ہوتے ہیں یا ایک کے نزدیک ایک راوی کی روایات قابل قبول ہیں جب کہ دوسرے کے نزدیک اس کی روایات ناقابل قبول ہیں، یا روایات میں بذات خود تعارض ہے، یا تعارض تو نہیں بلکہ قوت کے اعتبار سے سب برابر بھی ہیں؛ لیکن ان کے اندر متعدد معانی کا احتمال ہے اور اس کے علاوہ دیگر امور ہیں جو ایک ہی معاملہ میں محققین کے مابین اختلاف کا سبب بن جاتے ہیں، فطری طور پر صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی ان حقائق کا سامنا کرنا پڑا اور ان کے مابین اختلاف پایا گیا، بسا اوقات آپس میں بحث ومباحثہ کی بھی نوبت آئی اور کبھی انہوں نے اپنے اپنے دلائل بھی پیش کئے، پھر تابعین کے درمیان اختلاف کا دائرہ مزید وسیع ہوگیا''۔

(قانون اسلامی کا ارتقاء صفحہ ۳۳/۳۴)

ڈاکٹر مصطفی سعید الخن نے اپنی کتاب "أثـر الاختلاف فـي القواعد الأصولية في اختلاف الفقهاء" میں فقہاء کے مابین کے اسباب پر بحث کی ہے اور اس کے آٹھ اسباب بیان کئے ہیں یہاں ان کو ہر ایک کی مثال کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

**قرأت کا اختلاف**:

مثلاً آیت "يا أيها الذين آمنوا إذا قمتم إلى الصلوة الخ......" کا اختلاف، چنانچہ شیعوں کے امامیہ فرقہ نے جمہور کے برخلاف "أرجلكم" میں ''جر'' والی قرأت کو اختیار کیا ہے۔

**حدیث کے بارے میں عدم واقفیت**:

جیسے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جدہ کی میراث کے بارے میں حدیث نہیں پہنچی تھی یہاں تک کہ مغیرہ بن شعبہ نے ان سے حدیث بیان کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا علم نہیں تھا کہ بیوی اپنے شوہر کی دیت میں سے وارث بنتی ہے، یہاں تک ضحاک بن سفیان نے ان کو لکھ کر اس کے بارے میں مطلع کیا۔

**حدیث کے ثابت ہونے میں شک**:

جیسے کہ حضرت عمر کو مطلقہ کے بارے میں فاطمہ بنت قیسؓ کی حدیث کے بارے میں شک ہوا۔

**فہم نص اوراسکی شرح میں اختلاف**:

جیسے کہ فقہاء کے مابین خلیطین کی تفسیر کے بارے میں اختلاف ہوا، ان میں سے بعض نے دوشریک مراد لیے ہیں جب کہ بعض نے اور کچھ شرح کی ہے۔

**لفظ میں اشتراک:**

جیسے کہ لفظ ''القراء'' میں اختلاف ہوا اور اسی پر مختلف احکام کا مدار ہے۔

**دلائل کا تعارض:**

حقیقت تو یہ ہے کہ دلائل کے مابین کبھی تعارض نہیں پایا جاتا ہے، البتہ بسا اوقات نصوص کے ساتھ کچھ ایسے قرائن و اسباب پائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے تعارض معلوم ہوتا ہے، جس کی وجہ سے مجتہد کو اس وقت ترجیح کی راہ اختیار کرنی پڑتی ہے، جس طرف بھی اس کو دلائل قوی معلوم ہوتے ہیں، ان کی بنیاد پر وہ فیصلہ کرتا ہے، اس کی مثال ''محرم کا نکاح'' ہے۔

**کسی مسئلہ میں نص کا نہ ہونا :**

یہاں قیاس، مصلحت اور دیگر اصول کا استعمال ہوتا ہے۔

**اصولی قواعد میں اختلاف:**

اس سے وہ اصول وقواعد مراد ہیں جن کو مجتہد اپنے سامنے رکھ کر اجتہاد کرتا ہے، جن سے فروعات وجزئیات میں اختلاف ہوتا ہے۔

مشہور عالم دین اور نامور فقیہ محترم جناب مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب مدظلہ العالی اپنے ایک طویل مضمون میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''یہ اسباب اختلاف کے بنیادی طور پر دو طرح کے ہیں: ایک کسی دلیل شرعی سے ناواقفیت اور ناآگہی، دوسرے استنباط واجتہاد کے قواعد میں اختلاف رائے، اس کو ذرا وسعت دیتے ہوئے میں نے اسباب کو آٹھ بڑی قسموں میں تقسیم کیا ہے، ایک کتاب وسنت کے نصوص کی معنی پر دلالت اور تعبیر کا مفہوم متعین کرنے میں اختلاف، دوسرے ناآگہی اور لاعلمی کی وجہ سے اختلاف، تیسرے وہ اسباب اختلاف جن کا تعلق خاص قرآن سے ہے، چوتھے وہ اسباب جن کا تعلق خاص سنت سے ہے، پانچویں وہ جن کا تعلق اجماع سے ہے، چھٹے وہ اسباب جن کا تعلق قیاس سے ہے، ساتویں بعض ضمنی مآخذ اور مصادر کے معتبر ہونے اور نہ ہونے میں اختلاف اور آٹھویں متعارض دلائل میں باہم ترجیح کے اصول اور اس سلسلہ میں مجتہد کے مزاج و مذاق میں اختلاف''۔

ان اسباب کی مختصر وضاحت ابھی ڈاکٹر مصطفیٰ سعید الخن کی کتاب ''اثرالاختلاف فی القواعد الاصولیۃ فی اختلاف الفقھاء'' کے حوالہ سے گزر چکی ہے، جو اس موضوع پر غالباً سب سے زیادہ جامع تالیف ہے، اس موضوع پر ماضی قریب میں خاص اعتناء کی وجہ سے نسبتہً مفصل، مبسوط اور جامع تحریریں عرب علماء کی آ گئی ہیں، جن میں شیخ علی خفیف کی ''اسباب اختلاف الفقہاء'' اور ڈاکٹر مصطفیٰ ابراہیم زلمی کی ''اسباب اختلاف الفقهاء في الأحكام الشرعية'' خاص اہمیت کی حامل ہیں، اس ذیل میں شیخ محمد عوامہ (شامی) کی تصنیف ''أثر الحديث الشريف فی اختلاف الفقهاء'' بھی قابل ذکر ہے۔

## قلم کار حضرات متوجہ ہوں!

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے لیے اپنے دینی، اصلاحی، ادبی، دعوتی، تاریخی اور تحقیقی مضامین ارسال فرما کر اس دعوتی مشن کو آگے بڑھانے میں ہمارا تعاون کریں۔

- مضامین خوشخط، صاف اور کاغذ کے صرف ایک طرف ہی تحریر فرمائیں۔
- مضامین ارسال کرتے وقت رسالہ کے معیار اور علمی ذوق کا خاص لحاظ رکھیں۔
- شائع شدہ مضامین شامل اشاعت نہیں ہوں گے۔
- ناقابل اشاعت ہونے کی صورت میں مضامین واپس نہیں کیے جائیں گے۔
- مضامین بغیر حوالہ کے معتبر نہیں ہوں گے۔

نیز نقوش اسلام کے اندر شامل مضامین میں قلمکار حضرات جو رائے پیش کرتے ہیں، وہ ان کی اپنی ذاتی رائے ہوتی ہے، اس سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

یادرفتگاں

# تکمیل تیرے عزم کی ہوگی کیسے......

# حضرت مولانا مفتی امتیاز احمد کا سانحہ ارتحال

مولانا محمد منذر ندوی استاذ جامعہ دارالقرآن سرخیز، احمد آباد، گجرات

’’دنیا کی ہر شئ آنی فانی ہے، کسی چیز کو یہاں ثبات وقرار نہیں، یہ اللہ کی سنت اور قانون کا اہم حصہ ہے، اس میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں‘‘ (سورۂ فاطر آیت ۴۳) انسانی قافلہ کے بے شمار افراد ایک ایک کر کے دوسروں کو داغ مفارقت دئے جاتے ہیں، بہت سی آنکھوں میں آنسوں اور دلوں میں درد چھوڑ جاتے ہیں، ہر ایک کا الوداع کہنا پسماندگان کے لیے صبر آزما اور حوصلہ شکن ہوتا ہے؛ لیکن ایک عالم دین، ایک سالار قافلہ، ایک قائد اور رہبر کی موت پوری قوم وملت کے لیے لامتناہی غم اور ناقابل تلافی کا سامان کر جاتی ہے، اس دنیا میں اوالوالعزم علماء کا پیدا ہونا ایک خدائی انعام ہے، جو لوگوں کو شکر گزاری اور قدردانی کی صورت میں دیا جاتا ہے؛ لیکن جہاں اس جذبہ میں ضعف پیدا ہوتا ہے اور لوگوں میں اہل اللہ کی قدرومنزلت اپنا مقام کھودیتی ہے، تو سنت خداوندی کے مطابق سزا اور اصلاح کے طور پر عباداللہ کی پیدائش روک دی جاتی ہے اور دوسری طرف موجودین کو بھی رفتہ رفتہ اٹھالیا جاتا ہے ’’انماء یقبض العلم بقبض العلماء‘‘۔

حضرت مفتی صاحب کی موت بھی ایسی ہی موت کہی جاسکتی ہے، جس کی تکلیف غرباء اور مساکین کے دلوں ہی نے نہیں بلکہ بہت سے اداروں اور مکاتب کے ذمہ داروں اور امت کے مخصوص طبقہ نے محسوس کی ہے ’’وہ کیا گئے کہ زمانہ اداس ہے‘‘۔

یقین نہیں آتا مگر مشیت خداوندی اور نظام فطرت کے سامنے سر تسلیم خم ہے، آہ! خاموش ہوگیا ہے چمن بولتا ہوا، بہت ہی افسوس کے ساتھ یہ رقم کرنا پڑ رہا ہے کہ موصوف نے مؤرخہ ۱۲/اپریل ۲۰۰۹ء بروز جمعرات داعی اجل کو لبیک کہا اور ہمیشہ کے لیے ہمارے دلوں کو پارہ پارہ کر کے چہروں کی مسکراہٹوں کو چھین گئے اور لازوال رحمت خداوندی کی آغوش میں ہمیشہ ہمیشہ کی نیند سو گئے۔ نوراللہ مرقدہ

**مختصر حالات زندگی:**

مرحوم کی ولادت ۲۳/اکتوبر ۱۹۶۹ء کو اپنے آبائی وطن احمد آباد میں ہوئی، احمد آباد کے مشہور علاقہ ڈھالگڑواڑ میں زمانہ طفولیت گزرا، اس عرصہ میں عصری تعلیم حاصل کرنے کے مقصد سے اسکول سے وابستہ رہے، ۱۹۸۵ء کے فرقہ وارانہ فساد کے بعد دینی علوم کے حاصل کرنے کا جذبہ پیدا ہوا اور محترم جناب مرحوم حاجی اسماعیل صاحب لاٹ، جناب شعیب بھائی منصوری اور مولانا خیر الرحمٰن صاحب کی کوشش وفکر سے ’’جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل‘‘ میں داخلہ لیا، تعلیمی ذوق کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ والد صاحب اور بھائیوں کی روز افزوں تجارتی مشغولیوں کی وجہ سے آپ کی گھر پر اشد ضرورت تھی، لیکن ان ضرورتوں کو پس پشت ڈال کر آپ نے اپنا تعلیمی سفر جاری رکھا، اور افتاء کی معیاری سند کے حامل ہوئے، والدین اور بھائیوں نے آپ کے دینی ذوق کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ کو فراغت کے بعد بھی علمی ودینی وسماجی کاموں کے لیے وقف کر دیا، جہاں دینی حلقوں میں آپ کی شگفتہ بیانی نے مؤثر کردار نبھایا وہاں سماجی وملی مسائل میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے نے عملی میدان میں آپ کو ممتاز جگہ عطا فرمائی اور مختصر مدت ہی میں آپ صوبائی سطح پر ممتاز مقام کے حامل ہوگئے، اللہ تعالی کی ذات عالی آپ سے بڑا کام لینا چاہتی تھی اس لیے اس زمانہ میں

حضرت کے نصیب نے ''جامعہ دارالقرآن'' کے اہتمام کی ذمہ داری مقدر فرمائی جس کے پلیٹ فارم سے کتنے ملی مسائل آپ نے حل فرمائے، اس کا اندازہ اس جم غفیر سے لگایا جاسکتا ہے جو حضرت کے جنازے کی نماز میں دیکھا گیا اور متعلقین ومتوسلین کی اس لمبی فہرست سے بھی جس کا سلسلہ تاہنوز جاری ہے اور پتہ نہیں کب جاری رہے گا۔

حضرت مفتی صاحب کو ''جامعہ دارالقرآن'' کا ذمہ دار طے کئے جانے میں حضرت مولانا عبدالغنی صاحب (ذمہ دار جماعت دعوت وتبلیغ صوبہ گجرات) مولانا غلام محمد صاحب وستانوی (ناظم جامعہ اشاعت العلوم اکل کنواں) اور مولانا محمد اسماعیل احمد صاحب (مہتمم جامعہ حسینہ راندیر) وغیرہ کی نظر انتخاب کارفرما تھی، یہ حضرات مفتی صاحب کی ذات میں اس عظیم الشان ذمہ داری کی اہلیت دیکھ رہے تھے، اور گیارہ سالہ بےلوث خدمات نے اس انتخاب کے اسرار ورموز کے بےشمار شواہد مہیا کردیئے ہیں، جس سے ان حضرات کی دوراندیشی کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

**خدمات کا اجمالی خاکہ:**

آپ نے جامعہ دارالقرآن کی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ شہر کے دور دراز علاقوں میں بالخصوص ایسے علاقے جہاں دینی تعلیم کا کوئی نظم نہ ہو اور جہاں کے لوگوں میں اس جانب کوئی توجہ نہ ہو مکاتب قائم کرنے کا بیڑا اٹھایا اور ان جگہوں میں مکاتب قائم کئے، بلکہ مدرسین کو معقول تنخواہوں کے ساتھ مہیا فرمایا، اور مکاتب کی مستقل نگرانی کے لیے اپنے مدرسہ میں ایک آدمی مستقل طے فرمایا جو موقعہ بموقعہ مکتب کا دورہ کرے اور اس کی ماہانہ رپورٹ سے باخبر کرتا رہے، فی الوقت تقریباً چالیس سے زائد مکاتب جامعہ دارالقرآن کے زیرانتظام خدمت انجام دے رہے ہیں۔

غریب اور مزدور پیشہ لوگوں کے علاقوں میں آپ نے مساجد کی تعمیر، پانی کے لیے ٹیوب ویل کروانے اور ائمہ مساجد کی تعیین اور ان کی تنخواہوں کا انتظام کروانے کا کام بھی آپ تادم حیات کرتے رہے۔

غرباء، مساکین اور بیواؤں کے گذر بسر کے سلسلہ میں آپ ہمیشہ فکرمند رہا کرتے تھے، ان کی غمی وخوشی کے مواقع از خود تلاش کرتے تھے اور ان کے بچوں کی تعلیم اور اسکولوں کی فیس کی ادائیگی کی فکر رکھا کرتے تھے، اس کے علاوہ بیماریوں میں مبتلا لوگوں کے علاج ومعالجہ اور مقروضوں کے قرضوں کی ادائیگی کے لیے رقومات کی فراہمی کا انتظام بھی آپ بڑی خاموشی کے ساتھ کیا کرتے تھے۔

آپ نے اپنی مختصر سی زندگی میں جو کارہائے نمایاں انجام دئے ان میں ایک عظیم خدمت یہ بھی ہے کہ ہندوستان کے مدارس اور اداروں سے چندے کی وصولیابی کے لیے آنے والے سفرائے کرام اور چندہ دہندگان کی آسانی کے لیے مدارس کی تحقیق کا کام بھی اپنے ذمہ لیا اور اپنے مدرسہ سے مخصوص نمائندوں کو مختلف صوبوں میں بھیج کر ایک ایک مدرسہ کی صحیح تحقیق کروائی اور محقق اداروں کو سفارش نامے عطا کئے جس کی بنیاد پر چندہ دینے والے افراد اپنی رقومات ان کو دیتے ہیں تاکہ امت کی لوجہ اللہ خرچ کی گئی رقم صحیح مقام تک پہنچ جائے۔

ان خدمات کے علاوہ آپ نے اپنی ذات کو دینی، ملی وسماجی مسائل کو حل کرنے کے لیے وقف کر رکھا تھا، آپ کی زندگی نوجوان کے لیے قابل رشک اور ایمان کا سبب تھی، آپ روشن دماغ، فعال ومتحرک مزاج بے حساب سرگرمیوں میں حصہ لینے والے اور ظرافت وطلاقت لسانی کے مالک تھے، ساتھ ہی تواضع، زہد واستغناء، اخلاق حسنہ کے پیکر تھے، عزت ومقبولیت کے جس مقام پر آپ جلوہ افروز تھے وہاں پہنچ کر بڑے سے بڑے بھی عجب وخود پسندی وخودستائی وخودنمائی سے اپنے آپ کو بچا نہیں سکتے لیکن ایک عجیب انداز کی فروتنی اور استغناء کی شان آپ میں دیکھی گئی، اسی بےنفسی نے کم عمری میں آپ کو بڑا بنا دیا تھا اور یہ کہنا صحیح ہے کہ آپ نے حسن اخلاق اور تواضع کی پنکھڑی سے ہیرے کا جگر کاٹا ہے۔

بہرحال آپ کی چالیس سالہ زندگی یگانہ وممتاز تھی، خدا تعالیٰ آپ کی بال بال مغفرت فرمائے، آپ کی حسنات کو آپ کے لیے وسیلہ نجات بنائے، پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور امت کو آپ کا نعمت البدل عطا فرمائے۔

فکر ونظر

# حالت حیض میں عورت کے ساتھ سلوک

مولانا عبیداللہ ندوی نیپالی مدرسہ فلاح المسلمین تیندوہ رائے بریلی

مختلف ادیان و مذاہب کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت جو قومیں اور امتیں موجود تھیں وہ حیض کی بابت اور حائضہ کے ساتھ سلوک و معاملت میں افراط وتفریط کا شکار تھیں، چنانچہ یہود ونصاری بلکہ عربوں کا جو سلوک اور برتاؤ حالت حیض میں عورت کے ساتھ کھانے پینے اور ایک گھر میں رہنے کے تعلق سے تھا وہ اعتدال سے ہٹا ہوا تھا، اس میں نہ عورت کا احترام تھا اور نہ ہی اس کی توہین سے گریز، لہٰذا اس وقفہ میں جب اسلام کی آمد آمد ہوئی تو عورت کو عزت ووقار اور سربلندی سے سرفرازی ملی۔

نصاری کی مذہبی کتابوں کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص اس بات سے بخوبی واقف ہوگا کہ ان کے نزدیک حیض ایک سزا ہے جو اللہ نے ماں حضرت حواء علیہا السلام کو دی تھی؛ کیونکہ انہوں نے ہی حضرت آدم علیہ السلام کو شجرہ ممنوعہ کھانے پر آمادہ کیا تھا اور اس کا سبب بنی تھیں لیکن مسلمان نہ اس عقیدہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ یہ مانتے ہیں کہ ماہواری عورتوں کے لیے بطور سزا ہے، بلکہ یہ تو ایک قدرتی معاملہ ہے بلکہ صحت افزاء اور نفسیاتی چیز ہے جیسا کہ بخاری شریف کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ "هذا شئ كتبه الله على بنات آدم" "یہ ایک ایسی چیز ہے جو اللہ نے بنات آدم پر لازم کردی ہے اور اس کا بطلان اور خلاف عقل ہونا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسان اللہ کا نہ حریف ہے اور نہ دشمن کہ اللہ نے اسے یہ سزا دی ہو، بلکہ ہمارے اسلامی نقطۂ نظر سے وہ "انی جاعل فی الارض خليفة" کے تحت اللہ کا نائب اور خلیفہ ہے، چنانچہ اسلام نے جہاں زمانۂ جاہلیت کے بہت سے رسومات باطل عقائد اور غلط نظریات کو بدلا ہے وہیں عورتوں کے ماہواری کے متعلق غلط نظریہ کو بھی تبدیل کیا ہے۔

**قرآن پاک کا ایک علمی اعجاز:**

قرآن پاک مکمل معجزہ ہے، اس کی ہر سورت، ہر آیت، ہر کلمہ بلکہ ہر اشارہ معجزہ ہے، قرآن کے علمی اعجاز کی چند جھلکیاں اس آیت میں موجود ہیں "يسئلونك عن المحيض قل هو أذى" وہ آپ سے حیض کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو آپ کہہ دیجئے کہ وہ تکلیف اور گندگی ہے۔

سائنسی تحقیق سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ حیض مرد وعورت دونوں کے لیے "أذى" ہے، حیض ایک ایسا کورس ہے جس کو اللہ نے عورت کے رحم کی تطہیر کا ذریعہ بنایا ہے، چنانچہ جب عورت بالغ ہوجاتی ہے تو ہر ماہ اس کے رحم میں ایک یا کئی چھوٹے چھوٹے بیضے پیدا ہوتے ہیں، اگر عورت شادی شدہ ہے یا غیر شادی شدہ، لیکن مادہ منویہ کے جراثیم ان بیضوں کو زرخیزی فراہم نہ کریں تو وہ عورت کے رحم میں مکمل تطہیر کے لیے ٹوٹ جاتے ہیں اور خون کی خاصی مقدار نکلتی ہے اس لیے کہ عورت کے رحم کے اندر کی تمام رگیں اور شرایین کھلے ہوتے ہیں، اس لیے عورت کو کئی روز تک خون جاری رہتا ہے اور حالت مختلف ہوتی ہے، ماہواری کے ایام گزر جانے کے بعد پھر یہ زخم بھر جاتا ہے اور رحم دوبارہ زرخیزی کے لیے تیار ہوجاتا ہے۔

یہ اللہ کی بہت بڑی نشانی ہے کہ رشتۂ ازدواج کا ایک بڑا اولین مقصد حصول اولاد ہے جیسا کہ قرآن وحدیث کے بے شمار نصوص سے

معلوم ہوتا ہے اور حالت حیض میں میاں بیوی کا باہمی تعلق حصول اولاد تک نہیں پہنچا سکتا، چنانچہ ایسی صورت میں اس مشروع تعلق کا بڑا مقصد فوت ہوجائیگا۔

**ایام حیض میں جنسی تعلق سے خطرناک امراض:**

حال میں سائنسی تحقیقات سے جو عجیب وغریب بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ کہ خون جسم کے لیے کچھ منفی اثرات رکھتا ہے، چنانچہ جسم کی تمام آلائشیں کھانے کا عمل، اس کے ہضم اور سانس کی آمدورفت کے منفیات سے تعلق رکھتے ہیں، تمام امراض ووبائیں اور جراثیم کا سبب دم حیض ہے، لہٰذا جب رحم سے خون باہر نکلتا ہے تو وہ مردوعورت کے لیے یکساں طور پر خطرہ ہوتا ہے، ایسی حالت کا جنسی تعلق بہت سے امراض میں خاص طور سے رحم کے کینسر کا سبب ہوتا ہے یہ تو اللہ کا کرم ہے اور شریعت اسلامی کا ایک اعجاز ہے کہ اس نے حالت حیض میں بیوی سے تعلق قائم کرنے کے خطرات سے آگاہ کردیا۔

لگاتار کئی مرحلوں میں دم حیض کا نمونہ لیکر لیبارٹی میں طبی جانچ سے جن امراض کا پتہ چلا ہے وہ یہ کہ حیض کا خون مختلف امراض کے اسباب سے بھرا ہوتا ہے اور اس وقفہ میں مجامعت سے مردوعورت دونوں کو ایسے امراض لاحق ہوتے ہیں جن کا اس کے سوا کوئی سبب نہیں مثلاً داد، کھجلی، باولاپن وغیرہ اور یہی نہیں بلکہ تحقیق سے یہ بات بھی ثابت ہوچکی ہے کہ طلاق کے بعد جب عورت کسی دوسرے مرد سے شادی کرلے تو اس پر رحم کی مکمل تطہیر ضروری ہے تاکہ اس کے بدن میں باقی رہ جانے والی متضاد حیویت نقصان دہ نہ ہو، اسی مصلحت کے پیش نظر شریعت اسلامیہ نے مطلقہ اور بیوہ کے لیے عدت مقرر کی ہے، مذکورہ بالا امور کی روشنی میں اسلام کا امتیاز اور اس کا عورت کے ساتھ حالت حیض میں نمایاں سلوک اور برتاؤ کی جھلکیاں صاف طور پر دیکھی جاسکتی ہیں۔

﴿بقیہ......صفحہ ۱۶ر کا﴾

ساری اشیاء کو فراہم کرنے اور مصنوعات تیار کرنے کے متحمل بھی ہوسکتے ہیں، وہ زمین کے فاصلے تیزی کے ساتھ طے کرنے کے لیے ریلوں اور ہوائی جہاز جیسی برق رفتار چیزوں کی ایجاد کرسکتے ہیں، اور کھوج بین کرتے ہوئے چاند اور دیگر سیاروں پر بھی پہنچ سکتے ہیں، لیکن ان تمام صلاحیتوں کے ساتھ باری تعالی نے ان کے اندر بھول اور نسیان کی صفت بھی رکھی ہے، جس کے سبب وہ بہت سی چیزوں وباتوں کو بھول جاتے ہیں اور زندگی میں بار بار غلطیوں کے مرتکب ہوتے ہیں، اسی طرح بنی نوع انسان کو بہت سے علوم سے متصف کرنے کے باوجود اس کی معلومات کو محدود رکھا گیا ہے۔

ماضی میں کیا ہوا ہے؟ نہ کسی انسان کو اس کا پورا علم ہے اور مستقبل میں کیا ہونے والا ہے نہ ہی اسے اس کا یقینی علم ہے، یہاں تک کہ انسان اپنے ہی زمانہ کے بہت سے لوگوں کے احوال وکوائف کے بارے میں بھی نہیں جانتے اور بہت سے لوگوں کے مزاج سے بھی اسے کماحقہ واقفیت نہیں ہوتی۔

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کسی بھی انسان کا پوری نوع انساں کے لیے بنایا ہوا قانون یا نظام درست نہیں ہوسکتا، چنانچہ بعض وہ فلاسفر یا ماہرین جنھوں نے اپنی عقل ومعلومات کی بنیاد پر انسانی زندگی کے لیے مختلف نظام اور قوانین تیار کئے اور عوام الناس نے ان کو اپنے حق میں بہتر سمجھ کر اپنی زندگی میں نافذ کیا، وہ راستہ سے بھٹک گئے، اس حالت میں وہ اپنی منزل مقصود تک تو کیا پہنچتے خود ان کی زندگی الجھنوں کی شکار ہوکر رہ گئی، ڈارون، فرائڈ، ڈرکایم اور کارل مارکس کے وضع کردہ انسانی زندگی سے متعلقہ نظام حیات اور نظریات نے نوع انساں کو صحیح راستہ سے بھٹکادیا اور آج ان کے نقصانات بڑی تباہی کی شکل میں ظاہر ہورہے ہیں۔

سیاسیات

# تم میں یہ طرف داری کہاں سے آگئی؟

مولانا فتح محمد ندوی جامعہ ملیہ دہلی

قومی یکجہتی اور سیکولرزم کے علمبردار جناب ملائم سنگھ یادو کا ہندستانی سیاست میں وہ واحد نام ہے جنہوں نے ہمیشہ فرقہ پرستوں کو ان کے ناپاک اور جارحانہ عزائم سے نہ صرف دور رکھنے کے لئے جدو جہد اور کوشش کی ہے؛ بلکہ وقت پڑنے پر انہوں نے عملی طور پر اس کو ثابت کیا ہے کہ وہ برائے نام قومی یکجہتی اور سیکولرزم کے علم بردار نہیں بلکہ وہ حقیقت میں اس کے علمبردار ہیں، ہم ان کی اس سچائی کا دل سے اعتراف کرتے ہیں؛لیکن اب ان کے اس دعویٰ پر سوالیہ نشان لگ چکا ہے کیونکہ انہوں نے ہندستان کے سب سے بڑے شدت پسند اور فرقہ پرست لیڈر کو اپنی آغوش میں پناہ دیدی، کلیان سنگھ نے ہندستان کی تاریخ میں بابری مسجد کو شہید کرا کر نہ صرف ہندوستان کی دوسری بڑی اکثریت مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا بلکہ ہندستان کی تاریخ میں ایک سیاہ باب کا اضافہ کیا، انہوں نے ہندستان کے قدیم روایات قومی یکجہتی، ہندو اور مسلمانوں کے ہزار سالہ خوشگوار تعلقات اور مذہبی رواداری کو داغدار کیا ہے۔

اس لئے ہم ان کو کبھی معاف نہیں کر سکتے اور کسی بھی مسلمان کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کلیان سنگھ اور اس جیسے دوسرے لوگوں کو اپنے طرف سے معاف کر دے اور اپنی سیاسی دوکان سجانے لگے، ہم ایسے لوگوں کا وجود نہ صرف سیاست میں بلکہ معاشرے میں ناسور مانتے ہیں، آج اگر کلیان سنگھ نے ایک سیکولر پارٹی میں آ کر سیاسی پناہ لے لی تو کیا اس سے ان کے خیالات ختم ہو جائیں گے ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔

کچھ سالوں سے جب ہم جناب ملائم سنگھ یادو کے سیاسی افکار و خیالات پر روشنی ڈالتے ہیں تو ماضی کے مقابلے میں وہ کافی حد تک بدلے ہوئے نظر آرہے ہیں، جب کبھی وہ بولتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ زبان تو ان کی ہوتی ہے لیکن خیالات اور سوچ وفکر دوسروں کی شاید اب ان کا سیاسی مشیر بدل چکا ہے، یا وہ خود ہی اپنے آپ کو بدلنے کی کوشش کر رہے ہیں، جب ہم ان کی اس بدلی ہوئی سوچ اور فکر کا جائزہ لیتے ہیں کہ آخر ان کے اندر اتنی تبدیلی کیوں آگئی، ان کا سیاسی رجحان اب کیوں بدل رہا ہے؟ تو اس کی بہت سی وجوہات ہوسکتی ہیں لیکن سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ ان کو اس بات کا بہت اچھی طرح علم ہے کہ مسلمان ایک ایسی قوم ہے جسے منانا بہت ہی آسان ہے، اپنے ماضی کے حساس واقعات کو بھلانے میں مسلم قوم زیادہ وقت نہیں لگاتی ہے، دوسری بات مسلمان یوپی میں آنے والے پارلیمانی الیکشن میں یہ غلطی نہیں کر سکتے کہ وہ اپنا قیمتی ووٹ بی جے پی یا بی ایس پی کو دیدیں، چونکہ مسلمان ان سے زیادہ خوش نہیں ہیں اور کانگریس کو وہ اس لئے اپنا ووٹ نہیں دے سکتے کہ اس کو وہ بابری مسجد کی شہادت کا ذمہ دار مانتے ہیں، اس لئے مسلمانوں کی مجبوری ہے کہ وہ کسی دوسری پارٹی کو اپنائیں اور اس پر اعتماد کریں، اس لئے ہمارے لئے یہ اچھا موقع ہے کہ ہم اپنی پارٹی میں کلیان سنگھ کو جگہ دے کر ان شدت پسند ہندوؤں کو جو ہم سے ناراض ہیں ان کو قریب کر لیں۔

جہاں تک ملائم سنگھ کی یہ سوچ ہے کہ مسلمانوں کی مجبوری ہے، وہ بے سہارا ہیں، وہ کسی دوسری پارٹی کو قبول نہیں کر سکتے، تو ان کو یہ بات ذہن سے نکال دینی چاہیے کیونکہ یوپی کے گزشتہ اسمبلی الیکشن میں ان کو

محسوس ہوا ہوگا کہ مسلمانوں کو نذر انداز کر کے کوئی بھی پارٹی اقتدار کا خواب نہیں دیکھ سکتی لیکن اب وہ پھر بھول گئے۔

یوپی کے گزشتہ اسمبلی الیکشن سے پہلے جب ملائم سنگھ یوپی کے وزیر اعلیٰ ہوتے تھے، الہ آباد میں مدرسے کی کچھ طالبات کے ساتھ کچھ غنڈوں نے عصمت دری کا ناپاک ارادہ کیا اور اس وقت خود ملائم سنگھ الہ آباد میں موجود تھے؛ لیکن انہوں نے ان غنڈوں کے خلاف آواز تک نہیں نکالی کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ جنہوں نے مدرسے کی طالبات کے ساتھ بدفعلی کا ارادہ کیا ہے ان کا تعلق کس فرقے سے تھا۔

یہ واقعہ میں نے اس لئے بیان کیا ہے کہ ان کے ذہن میں طرفداری بہت پہلے آ گئی تھی جس کا اظہار انہوں نے اب کیا ہے، ان کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ کانگریس ملک کی وہ واحد پارٹی ہے جس نے مسلسل چالیس سال تک اس ملک پر حکومت کی ہے لیکن جب کانگریس نے مسلمانوں کو نذر انداز کرنا شروع کیا تو مسلمانوں نے یہ سوچے بغیر کہ ملک کا اقتدار کس کے ہاتھ میں ہوگا کانگریس کو اقتدار سے بے دخل کر دیا۔

ہندوستان کے تمام فرقہ پرستوں کے گرو، لاشوں اور تربت پر کھڑے ہو کر سیاست کرنے والی مودی جیسے لوگ بھی اپنے سیاسی رجحان بدلنے کی کوشش کر رہے ہیں، ان کو بھی یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ مسلمانوں کو نذر انداز کر کے ہم لوگ کامیاب نہیں ہو سکتے، انہوں نے پہلی مرتبہ گجرات کی تاریخ میں پچاس سال کے بعد مسلمان کو ڈی جی پی کے عہدے پر فائز کیا ہے؛ لیکن ان کا یہ قدم ان کو سیکولر نہیں بنا سکتا، ان کی قدیم سوچ کو تبدیل نہیں کر سکتا، جناب ملائم سنگھ یادو کو سبق حاصل کرنا چاہیے کہ لوگ تو سیکولر بننے کے لئے ایڑی چوٹی کا جوڑ لگا رہے ہیں؛ لیکن آپ اب اپنے سیکولر چہرے کو بدل رہے ہیں۔

بہرحال ملائم سنگھ یادو کا یہ فیصلہ ان کے سیاسی وجود کو ختم کر سکتا ہے، جب کہ ان کے پارٹی کے اندر پہلے سے ہی اتنے اختلاف تھے کہ ان پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا، ان کی پارٹی سے مسلسل قدآور لیڈر جا رہے ہیں اور جو لوگ موجود ہیں ان میں بھی آپس میں اتنا شدید اختلاف ہیں جو ہر دن اخبار کی زینت بنتے ہے، اس لئے ہم جناب ملائم سنگھ یادو سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنی فیصلے پر نظر ثانی کریں کیونکہ اب بہت وقت گزر چکا ہے، الیکشن قریب ہے اور الیکشن ہی سے پتہ چلتا ہے کہ کس پارٹی کے اندر کتنا دم ہے۔

❁❁❁❁❁

## راہ خدا میں خرچ نہ کرنے کا وبال

ملک یمن میں ایک شخص رہتا تھا جس کا ایک بہت بڑا باغ تھا اور وہ بڑا اللہ والا تھا، اس کا معمول یہ تھا کہ اپنے باغ کی پیداوار میں سے باغ کا خرچ اور اپنے بال بچوں کے سال بھر کا خرچ رکھ کر باقی سب اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتا تھا، اس کی برکت سے باغ خوب پھل دیتا تھا، اس کے انتقال کے بعد اس کے بیٹوں نے کہا ہمارا باپ تو بیوقوف تھا جو اتنی بڑی دولت ادھر ادھر خرچ کر دیا کرتا تھا، ہم تو ایسا نہیں کریں گے، ہم تو دولت اکٹھا کریں گے تا کہ ہم مالدار بن جائیں، ادھر انہوں نے پختہ ارادہ کیا اور ادھر اللہ تعالیٰ نے ان کے باغ پر عذاب بھیج کر باغ کو تباہ و برباد کر دیا اور وہ خالی ہاتھ رہ گئے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''ہم اسی طرح (برے اعمال پر) عذاب بھیجتے ہیں اور آخرت کا عذاب تو بہت بڑا ہے''۔

سورہ نحل میں ارشاد خداوندی ہے ''جو کچھ تمہارے پاس (دنیا میں) ہے وہ ایک دن ختم ہو جائے گا اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ ہمیشہ باقی رہنے والی چیز ہے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا؛ بلکہ صدقہ دینے والا جب مال کا صدقہ دیتا ہے تو مانگنے والے کے ہاتھ میں جانے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں پہنچ جاتا ہے''۔

**رضیہ پروین** عربی چہارم
متعلمہ جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات، مظفر آباد

فضائل

# دعاء کے آداب

مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری

خالق کائنات اللہ رب العزت کا کرم واحسان ہے کہ اس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے اپنے دربار تک پہنچنے اور حاجت براری کا طریقہ بھی بتلایا ہے۔

ماہنامہ نقوش اسلام مطبوعہ فروری ۲۰۰۷ء کے صفحہ ۴۲ پر ''دعا مانگنے کی فضیلت'' پر اس ناچیز کا مضمون شائع ہوا تھا اور رواں سال مئی کے شمارے میں آداب دعا بھی پیش کئے جارہے ہیں، اللہ جل جلالہ نے اپنے کلام میں دعاؤں کے قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے جو برحق ہے؛ لیکن قبولیت دعا کے لیے شرائط وآداب بھی ہیں، جن سے عموماً ہم لوگ غافل ہیں، چند آداب مندرجہ ذیل ہیں:

آداب دعا سے پہلے ایک نقطہ ذہن نشین کرلیں کہ بندے کی دعا اس وقت قبول ہوتی ہے جب بندہ کا رزق حلال ہو اور اس کی زبان تمام بےحیائی وبری باتوں سے پاک رہتی ہو، جس کو علماء کرام نے مختصر طور پر دو لفظوں میں بیان فرمایا: (۱) اکل حلال (۲) صدق مقال۔

**(۱) اکل حلال:**

حلال روزی کھانا یعنی سود، رشوت، چوری، خیانت، غصب وغیرہ سے بچنا، اللہ تعالی نے فرمایا ہے" یاایھاالذین آمنوا کلوا من طیبت مارزقناکم"۔(پارہ۲/ سورہ بقرہ رکوع ۵)

اے ایمان والو! کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو روزی دی ہم نے تم کو۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہند)

اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو''اکل طیبات'' کا حکم فرمایا گیا ہے، پھر اسی پر اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ سارے ہی رسولوں کو خطاب کرکے امت کو سنایا"یاایھاالرسل کلوا من الطیبت واعملوا صالحاًانی بما تعملون علیم"۔(پارہ ۱۸ سورہ مومنون رکوع ٤)

اے رسولو! کھاؤ ستھری چیزیں اور کام کرو بھلا، جو تم کرتے ہو میں جانتا ہوں۔(ترجمہ شیخ الہند)

یعنی سب پیغمبروں کے دین میں یہی ایک حکم رہا، حلال کھانا حلال طریقہ سے کما کر اور نیک کام کرنا، چنانچہ تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اکل حلال اور صدق مقال اور نیک اعمال پر مواظبت فرماتے رہے اور اپنی امتوں کو اسی کی تاکید کرتے رہے، حلال روزی کی اہمیت ہی کیوجہ سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة" حلال روزی حاصل کرنے کی فکر وکوشش فرض کے بعد فریضہ ہے، ایک دوسری حدیث جس کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، اس کے آخر میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے آدمی کا ذکر فرمایا جو طویل سفر کرکے کسی مقدس مقام پر ایسے حال میں جاتا ہے کہ اس کے بال پراگندہ ہیں اور جسم وکپڑوں پر گردوغبار ہے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا اٹھا کر دعا کرتا ہے، اے میرے رب! اے میرے پروردگار! اور حالت یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام، اس کا لباس حرام اور حرام غذا سے ہی اس کا نشونما ہوا ہے، تو اس آدمی کی دعا کیسے قبول ہوگی۔(مسلم شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا کی قبولیت حلال رزق پر موقوف ہے، اسی لیے کہا گیا ہے کہ دعا کے دو بازو ہیں جن کے سہارے وہ دعا باب قبولیت تک پہنچتی ہے: (۱) حلال کھانا (۲) سچ بولنا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ میرے لیے دعا کر دیجئے کہ میں مستجاب الداعوت (جس کی ساری دعائیں قبول ہوتی ہیں) بن جاؤں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا اے سعد! اپنی غذا حلال کرلوتم مستجاب الدعوات بن جاؤ گے۔ (الترغیب والترہیب جلد۲ صفحہ ۵۴۷)

**(۲) صدق مقال**:

یعنی اپنی زبان کو جھوٹ، چغل خوری، لعن طعن، فحش گوئی وغیرہ سے محفوظ رکھنا، لہٰذا ہم لوگوں کو چاہئے کہ ان دو باتوں کا خاص اہتمام کرتے ہوئے اللہ رب العزت کے پاکیزہ دربار میں ہدایات ذیل کا لحاظ رکھتے ہوئے ہاتھ اٹھائیں، خالق کائنات ضرور قبول فرمائیں گے انشاءاللہ، جیسا کہ احکم الحاکمین کا ارشاد اور وعدہ ہے" ادعونی استجب لکم"، تم مجھ سے مانگو تمہاری مانگ پوری کی جائے گی۔

ان دو باتوں کے بیان کرنے کے بعد اب یہاں سے ترتیب وار آداب دعا کو بیان کیا جارہا ہے، اللہ تعالی ہم سب کو اس پر عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

**ادب نمبر**: (۱)

اللہ تعالی کی حمد وثنا اور سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف سے دعا شروع کی جائے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص اللہ سے کوئی چیز مانگنے کا ارادہ کرے تو اس کو چاہئے کہ اولاً اللہ تعالی کی حمد وثنا کے ساتھ ابتدا کرے، ایسی حمد وثنا جو اس کی شایان شان ہو، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور اس کے بعد دعا مانگے، پس اقرب یہ ہے کہ وہ کامیاب ہوگا اور مقصد کو پہنچے گا۔ (فضائل درود شریف)

حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے ایک صاحب داخل ہوئے اور نماز پڑھی پھر "اللّٰھم اغفرلی وارحمنی" کے ساتھ دعا کی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا اے نمازی تو نے جلدی کر دی، جب تو نماز پڑھے تو اول اللہ جل شانہ کی حمد کر جیسا کہ اس کی شان کے مناسب ہے پھر مجھ پر درود پڑھ، پھر دعا مانگ، حضرت فضالہ کہتے ہیں کہ ایک اور صاحب آئے انہوں نے اللہ جل شانہ کی حمد بیان کی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے نمازی! اب دعا کر تیری دعا قبول کی جائے گی۔ (ترمذی، ابوداؤ، نسائی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بتایا گیا کہ دعا آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتی ہے اوپر نہیں چڑھتی یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے۔ (حصن حصین صفحہ ۱۶۶)

حضرت شیخ ابوسلیمان دارنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تو اللہ تعالی سے کسی حاجت کا سوال کرے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود سے شروع کر پھر جو چاہے دعا مانگ، پھر دعا کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کے ساتھ ختم کر، اس لیے کہ اللہ سبحانہ تعالی اپنے کرم سے دونوں درودوں کو قبول فرمائیں گے اور ان کے کرم سے یہ بعید ہے کہ دو درودوں کے درمیان کی دعا قبول کئے بغیر چھوڑ دیں۔ (حصن حصین صفحہ ۱۶۷)

علماء نے اس کے استحباب پر اتفاق نقل کیا ہے کہ دعا کی ابتدا اللہ تعالی شانہ کی حمد وثنا، پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود سے ہونی چاہئے اور اسی طرح اسی پر ختم ہونی چاہئے، علماء نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ درود شریف دعا کے اول، درمیان اور آخر میں پڑھنا چاہئے۔

**ادب نمبر**: (۲)

حضور قلب، توجہ اور گریہ وزاری کے ساتھ اور قبولیت کے یقین کے ساتھ دعا مانگنا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا تم اللہ تعالی سے دعا کی قبولیت کا یقین رکھتے ہوئے دعا مانگو اور یہ بات سمجھ لو کہ اللہ تعالی اس شخص کی دعا کو قبول نہیں فرماتے جس کا دل (دعا مانگتے وقت) اللہ تعالی سے غافل ہو، اللہ تعالی کے غیر میں لگا ہوا ہو۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص دعا مانگے تو اس طرح نہ کہے کہ اے خدا مجھے بخش دے اگر تو چاہے؛ بلکہ کسی شک کے بغیر جزم ویقین کے ساتھ اور پوری رغبت کے ساتھ دعا مانگے، اس لیے کہ اللہ تعالی جو چیز عطا کرتا ہے وہ اس کے لیے مشکل نہیں ہوتی۔(مسلم شریف)

اللہ تعالی کا ارشاد ہے" ادعوا ربکم تضرعاً وخفیه"(سورہ اعراف) لوگو! اپنے رب سے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے دعا کیا کرو، ایک جگہ ارشاد ہے''اللہ سے ڈرتے ہوئے اور رحمت کی امید رکھتے ہوئے دعا مانگتے رہنا''۔(سورہ اعراف)

معلوم ہوا کہ حضور قلب اور عاجزی کرتے ہوئے گڑگڑا کر قبولیت کے یقین کے ساتھ دعا مانگنی چاہئے، شیطان لعین مردود نے دل سے دعا مانگی قبول ہوگئی، قیامت تک کی زندگی مانگی مل گئی، تو پھر اللہ تعالی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو کیسے محروم کرے گا۔

**ادب نمبر:(۳)**

دونوں ہاتھ مونڈھوں کے برابر اٹھانا"عن سهل بن سعد عن النبي صلى اللّٰه عليه و سلم قال:كان يجعل اصبعيه حذاء منكبيه و يدعو"۔

حضرت سہل ابن سعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ اپنی دونوں انگلیوں یعنی دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کے سرے اپنے مونڈھوں کے برابر لیجاتے اور پھر دعا مانگتے۔

اس حدیث میں دعا کے وقت ہاتھوں کے اٹھانے کی جو مقدار بیان کی گئی ہے، ہاتھوں کے اٹھانے کا یہی اوسط درجہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے وقت اکثر ہاتھوں کو اتنا ہی اٹھاتے تھے۔(مظاہر حق جدید ۹۴)

"وعن انس قال:كان رسول الله صلى الله عليه و سلم يرفع يديه في الدعا حتى يرى بياض ابطيه"حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے وقت اپنے ہاتھوں کو اتنا اٹھاتے تھے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگتی تھی۔(بیہقی)

اس حدیث سے ہاتھوں کا زیادہ اوپر اٹھانا معلوم ہوتا ہے تو یہ صورت بعض اوقات پر محمول ہے یعنی جب دعا میں بہت ہی زیادہ استغراق، مبالغہ اور محویت منظور ہوتی تھی مثلاً استسقاء یا سخت آفات پر مصائب کے وقت تو آپ اس موقع پر اپنے ہاتھوں کو اتنا اٹھاتے تھے کہ بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگتی تھی۔

**ہر دعا کے وقت ہاتھوں کو زیادہ اٹھانا بدعت ہے:**

"عن ابن عمرؓ انه يقول ان رفعكم ايديكم بدعة مازاد رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم على هذا يعنى الى الصدر"۔(رواہ احمد)

حضرت ابن عمرؓ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ تمہارا اپنے ہاتھوں کو بہت زیادہ اٹھانا بدعت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اس سے زیادہ(یعنی سینہ سے زیادہ) اوپر نہیں اٹھاتے تھے، حضرت ابن عمر نے ہاتھوں کو زیادہ اٹھانا بدعت اس لیے کہا کہ وہ لوگ اپنے ہاتھوں کو اکثر اوقات بہت ہی زیادہ اٹھانے لگے تھے اور حالات ومواقع میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے۔(رواہ احمد)

**دعا کے وقت ہاتھوں کا رخ:**

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی سے اپنے ہاتھوں کے اندرونی رخ کے ذریعہ مانگو، اس سے اپنے ہاتھوں کے اوپر کے رخ کے ذریعہ نہ مانگو اور جب تم دعا سے فارغ ہو جاؤ تو اپنے ہاتھوں کو منہ پر پھیر لو تا کہ وہ برکت جو ہاتھوں پر اترتی ہے منہ کو بھی پہنچ جائے۔(ابوداؤد)

معلوم ہوا کہ دعا میں ہاتھوں کا پھیلانا اور ہاتھوں کے باطن کو چہرہ کی طرف رکھنا سنت ہے۔

**آپ دعا کے بعد منہ پر ہاتھ اس وقت پھیرتے جب ہاتھوں کو اٹھاتے:**

حضرت سائب بن یزید اپنے والد مکرم سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا مانگتے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے

تو اپنے منہ پر دونوں ہاتھوں کو پھیرتے۔(بیہقی)

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے بعد ہاتھوں کو منھ پر اس وقت پھیرتے جب دعا کے وقت ہاتھوں کو اٹھاتے، اگر دعا کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھوں کو نہ اٹھاتے تو انہیں منہ پر پھیرتے بھی نہیں تھے، لہٰذا نماز کی حالت میں طواف میں، سونے کے وقت، کھانے کے بعد اور اس طرح دوسرے موقعوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو دعائیں اور دعاؤں کے وقت ہاتھوں کو نہ اٹھانا منقول ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان مواقع پر ہاتھوں کو منھ پر پھیرتے بھی نہیں تھے۔

**ادب نمبر:**(۴)

استقبال قبلہ، طہارت جسمانی وروحانی ودوزانوں بیٹھنا، بخاری شریف میں ہے کہ صلوۃ استسقاء میں قبلہ کی طرف متوجہ ہوکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی تھی، اسی طرح بدر کے موقع پر بھی قبلہ کی طرف متوجہ ہوکر دعا مانگی تھی، لہٰذا ہمیں بھی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل کرنی چاہئے اور یہ بات ظاہر ہے کہ فرائض وواجبات میں استقبال قبلہ شرط ہے، دعا میں بھی شرط ہونا چاہئے؛ لیکن یہ مولی کا کرم واحسان ہے کہ دعا میں شرط نہیں فرمایا؛ لیکن یہ جہت ہمارے مالک اور پروردگار کو محبوب اور پسندیدہ ہے، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے استقبال قبلہ کو سید المجالس فرمایا ہے، حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر چیز کا سردار ہوتا ہے اور مجلس کا سردار قبلہ کا استقبال ہے۔

**ہدایت:**

عصر اور فجر کے بعد رخ بدل کر دعا کرنا منقول ہے، اس کے علاوہ قبلہ ہی کی طرف منھ کرنا چاہئے، باوضو، پاک جگہ پر، پاک لباس اور اخلاص کے ساتھ دعا مانگنا سنت ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے "واللّٰہ یحب التوابین و یحب المتطہرین" اللہ تعالی توبہ کرنے والوں اور طہارت کاملہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے، حدیث شریف میں ہے "الطھور شطر الایمان" یعنی آدمی کا پاک صاف رہنا آدھا ایمان ہے، قرآن پاک میں ہے" وثیابك فطھر" اپنے کپڑے کو (خوب اچھی طرح) پاک صاف رکھو" طھر بیتی للطائفین والقائمین والرکع السجود" ہمارے اس گھر (خانہ کعبہ) کو طواف کرنیوالوں اور قیام ورکوع اور سجدہ کرنے والوں (نمازیوں) کے لیے پاک رکھو۔

**ادب نمبر:**(۵)

**کسی کے لیے دعا کرتے وقت اپنی ذات کو مقدم رکھنا:**

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کا ذکر کرتے ہیں اور پھر اس کے لیے دعا کرتے (یعنی اس کے لیے دعا کرنے کا ارادہ فرماتے) تو پہلے اپنے لیے دعا کرنا شروع کرتے، اس کے بعد اس شخص کے لیے دعا کرتے۔(ترمذی شریف)

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی اسی طرح دعا کی" ربنا اغفرلی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب"۔(سورہ ابراہیم پارہ۱۳؍رکوع۱۸)

اے ہمارے پروردگار جس دن (اعمال کا) حساب ہونے لگے، مجھ کو اور میرے ماں باپ اور ایمان والوں کو بخش دیجئے، یہ دعا اپنے والد کے حالت کفر پر مرنے کی خبر موصول ہونے سے پہلے کی ہے، تو مطلب یہ ہوگا کہ اسے اسلام کی ہدایت کرکے قیامت کے دن مغفرت کا مستحق بنادے۔

اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کی ہے"رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مؤمناً وللمؤمنین والمؤمنات"۔(سورہ نوح پارہ۲۹؍رکوع۱۰)

اے ہمارے پروردگار مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو شخص ایمان لاکر میرے گھر میں پناہ لینے آیا ہو اس کو اور عام ایمان دار مرد اور عورتوں کو بخش دے۔

یعنی میرے مرتبہ کے موافق مجھ سے جو تقصیر ہوئی ہو اپنے فضل وکرم

سے معاف فرمائیے اور میرے والدین اور جو میری کشتی یا میرے گھر یا میرے مسجد میں مومن ہو کر آئے، ان سب کی خطاؤں سے درگزر فرمائیے بلکہ قیامت تک جس قدر مرد اور عورتیں مومن ہوں سب کی مغفرت فرما دیجئے، اے اللہ! حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کی برکت سے اس گنہگار بندے اور جو اس مضمون کو پڑھیں اور جو اس کی اشاعت کا کام کریں اپنی فضل و کرم سے مغفرت فرما کر دنیاوی و اخروی عذاب سے بچا کر اپنی رضا و کرامت کے محل میں پہنچا ئیے۔

یہی حکم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل شانہ نے فرمایا "واستغفر لذنبك وللمؤمنين والمؤمنات" اپنے لیے اور ایمان والے مرد اور عورتوں کے لیے دعائے مغفرت کیجئے۔ (رواہ احمد)

**ادب نمبر (۶)**

**بددعا اور گناہ کے بابت دعا نہ کرنا:**

حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے لیے بددعا نہ کرو، اپنی اولاد کے لیے بددعا نہ کرو، اپنے مال، غلام، لونڈی، جانوروں اور دوسرے مال و اسباب کے لیے بددعا نہ کرو کیونکہ تمہیں اللہ کی طرف سے وہ ساعت نہ حاصل ہو جائے، جس میں خدا تعالی ہر سوال پورا کرتا ہے اور پھر تمہاری بددعا قبول ہو جائیگی۔ (مسلم شریف)

حدیث میں ہے جس کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں "يستجاب للعبد مالم يدع باثم او قطيعة رحم مالم يستعجل" اللہ تعالی بندے کی دعا اس وقت تک قبول کرتا ہے جب تک گناہ اور قطع رحم کی نہ ہو اور بندہ جلدی نہ کرے، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! جلدی کا کیا مطلب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعا مانگنے والا بار بار کہنے لگے کہ میں نے دعا مانگی یعنی اکثر میں نے دعا مانگی لیکن میں نے اسے قبول ہوتے نہیں دیکھا اور وہ تھک کر بیٹھ جائے اور دعا مانگنی ہی چھوڑ دے۔ (مسلم شریف)

گناہ کی چیز مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص یہ دعا مانگنے لگے، اے اللہ! مجھے فلاں شخص کو (جو مسلمان ہے) قتل کرنے کی طاقت عطا فرما، یا یہ کہے اے اللہ مجھے شراب، ناچ گانے وغیرہ میں صرف کرنے کے لیے دولت عطا فرما، یا کافر کے لیے مغفرت کی دعا مانگنا اسی طرح محال اور غیر ممکن الوقوع چیزوں کی دعا مانگنا، مثلاً کوئی عقل کا اندھا یہ دعا مانگے کہ اے اللہ تو مجھے دنیا ہی میں حالت بیداری میں اپنا دیدار عطا فرما۔

ناطہ توڑنے کی دعا کرنا، ناطہ توڑنے کی دعا کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بدباطن شخص یہ دعا مانگے کہ اے اللہ مجھ سے اور میرے ماں باپ میں جدائی اور تفریق کر دے۔

**ادب نمبر (۷)**

کتاب و سنت میں جو دعائیں موجود ہیں ان کے ذریعہ دعا مانگنا، خصوصاً وہ دعائیں جو جامع ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جامع دعائیں پسند فرماتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان دعاؤں کو پسند فرماتے تھے جو جامع ہیں اور ان دعاؤں کو چھوڑ دیتے تھے جو جامع نہیں۔ (ابوداؤد شریف)

جامع دعا اس دعا کو کہتے ہیں جس میں الفاظ کم ہوں مگر وہ دنیاوی اور اخروی امور کے بہت زیادہ معنی و مقصد پر حاوی ہو جیسے:

"ربنا آتنا فی الدینا حسنة وفی الآخرة حسنه وقنا عذاباًالنار"۔

اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھلائی عطا کر اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا "اللّٰهم انی اسالك العفو والعافية فی الدين والدنيا والاخرة"۔

اے اللہ میں تجھ سے دین میں دنیا میں اور آخرت میں عفو و عافیت مانگتا ہوں، اس قسم کی بہت سی جامع دعائیں احادیث میں منقول ہیں، علماء کرام نے ان کو دعاؤں کی کتابوں میں جمع فرما دیں ہیں۔

# مراسلات

Markazulhyailfikrilslami,Muzaffarabad,Saharanpur(u.p)

## مکرمی جناب مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب

سلام و نیاز!

خدا کرے آپ بخیر وعافیت ہوں ''نقوش اسلام'' کا تازہ شمارہ ملا، بہت بہت شکریہ!

شمارہ بے حد وقیع ہے، مضامین بہت دلچسپ اور فکر انگیز ہیں، اس شمارے کے مشمولات یقیناً صاحب ذوق حضرات کو پسند آئیں گے۔

زندگی رہی تو آپ سے ملاقات ہوگی، بس دعاؤں میں یاد رکھیں۔

خیر اندیش

شہزاد انجم

ریڈر شعبہ اردو جامعہ ملیہ اسلامیہ، جامعہ نگر نئی دہلی

---

## محترمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' باقاعدگی سے ہر ماہ آرہا ہے، نقوش اسلام کو یہاں کی اردو لائبریری کو ہر ماہ دے دیا جاتا ہے، حج کا شمارہ بہت پسند کیا گیا ہے اور اسے پڑھ کر حاجی حضرات کو بہت مفید معلومات حاصل ہوئیں، حج کی واپسی پر حاجی حضرات نے حج نمبر کی تعریف کی۔ والسلام

آپ کا مخلص

محمد شریف شیخ انجینئر

اسلام پور، املنیر، جلگاؤں، مہاراشٹر

---

## مکرمی ومحترمی جناب مفتی مسعود عزیزی ندوی مدظلہ العالی

چیف ایڈیٹر ماہنامہ نقوش اسلام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔

عرض تحریر اینکہ بندہ کو ''نقوش اسلام'' کا تازہ شمارہ نظر نواز ہوا، جو ظاہری صورت کے ساتھ معنوی عکس کا حامل ہے، مضامین کی گہرائی وگیرائی بتاتی ہے کہ آئندہ بھی یہ اس حقیقت پسندی کی راہ پر چلے گا، آخر میں اس ماہنامہ کے وقار واعتبار کی زیادتی اور معیار کی بلندی اور روز افزوں ترقی کے لیے خواہش مند اور دعا گو ہوں۔ والسلام

محمد نصر اللہ بن مولانا بدیع العالم نواکھالوی

شریک دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند سہارنپور

---

## مشفق وکرم فرما استاذ گرامی
## جناب مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماشاء اللہ ربیع الثانی کے شمارہ کا مطالعہ کیا اور خوب استفادہ حاصل کیا، آپ کا اداریہ ''قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلماں!'' میں نے اشکبار آنکھوں سے کئی مرتبہ پڑھا اور حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کی، آپ کی تحریر ٹھوس و پختہ ہوتی ہے، ایک ایک جملہ میں تاریخ وحقیقت کی عکاسی ہوتی ہے، ویسے تو تمام ہی مضامین قابل مبارک باد ہیں، بہت سے تو مجھ ناچیز کے ذہن ودماغ سے بہت بلند وبالا ہے، اللہ تعالی آپ کی عمر میں صحت کے ساتھ برکتیں عطا فرمائے۔ والسلام

محمد شاکر

متعلم المعہد الاسلامی مانک مئو سہارنپور

---

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں

- جو شخص خدا اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہئے کہ پڑوسی کو دکھ نہ دے۔
- شراب ہرگز نہ پیو، اس لیے کہ وہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔
- امانت سے رزق بڑھتا ہے، خیانت سے افلاس آتا ہے۔
- جس کو مسلمان کا غم نہیں، وہ میری امت میں سے نہیں ہے۔
- میں اپنی امت کے بارے میں ان منافقوں سے بہت ڈرتا ہوں جو چالاک اور چرب زبان ہیں۔

عطاء الرحمٰن امیری حسنہ والا، بہاڑی گڈھ

حالاتِ حاضرہ

# عالمی خبریں News World

حافظ عبدالستار عزیزی

## مکی وقت معیاری وقت گرینوچ کا وقت غیر معتبر

دوحہ-قطر کے صدر مقام دوحہ میں "مكة مركز للأرض بين النظرية والتحقيق کہ مکرمہ عالم کا مرکز ہے،علم وتحقیق کے تناظر میں'' کے عنوان سے منعقد ہونے والی پہلی عالمی کانفرنس نے اس بات پر مہر تصدیق ثبت کردی ہے کہ پوری دنیا کے لیے معیاری وقت مکہ مکرمہ کا وقت ہے اور گرینوچ کا وقت مشتبہ اور غیر معتبر ہے، کانفرنس نے قدیم وجدید جغرافیائی اور سائنسی تحقیقات کے تناظر میں اس بات کی وضاحت کی کہ مکہ مکرمہ ہر لحاظ سے روئے زمین کے وسط میں واقع ہے اور دنیا کی قدیم وجدید جغرافیائی پیائش سے بھی یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے، دنیا کے قدیم ترین براعظموں ایشیاء افریقہ یورپ کی قریب وبعید سرحدوں اسی طرح جدید جغرافیائی تقسیم کے لحاظ سے دور دراز براعظموں (اسٹریلیا، امریکہ) وغیرہ کی سرحدوں سے اور عالم جدید میں تسلیم کیے گئے، جغرافیائی مراکز سے پیائش کرنے پر یہی ثابت ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ روئے زمین کے بالکل وسط میں واقع ہے، اسی طرح جدید سائنسی تحقیقات کے مطابق طول البلد کے اعتبار سے مکہ مکرمہ قطب شمال کے بالکل صحیح سمت میں واقع ہے، اس لحاظ سے دنیا کے دیگر شہروں کا جائزہ لیا گیا تو کوئی بھی شہر اس معیار پر پورا نہیں اترا، گرینوچ کو طول البلد کے لحاظ سے قطب شمال پر صحیح سمت میں واقع مانے جانے کا نظریہ غلط ہے، گرینوچ ۸/۵ درجہ مغرب کی طرف جھکا ہوا ہے۔

کانفرنس نے مکی وقت کو ہی مسلمانوں سے معتبر ماننے کا مطالبہ کیا ہے اور اس بات پر زور دیا ہے کہ اسی کے مطابق اپنے کام انجام دیں، عربی واسلامی میڈیا سے خاص طور پر اسی کو برتنے اور انصاف پسند اہم علم کو اس کی تائید کے لیے آگے بڑھنے کی دعوت دی ہے۔

اس کانفرنس میں ماہرین ارضیات اور جغرافیہ داں حضرات کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی، قاہرہ یونیورسٹی کے شعبہ انجینئرنگ کے استاذ اور قرآن وسنت کے اعجاز علمی کی عالمی کونسل کے رکن ڈاکٹر یحییٰ وزیری اور مشہور اسلامی اسکالر اور ماہر ارضیات ڈاکٹر زغلول النجار خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

## ایران اور امریکہ میں کشیدگی کے خاتمہ کا اشارہ

ٹوکیو ۱۹/اپریل- امریکہ کے خصوصی سفیر رچرڈ ہالبروک نے کہا ہے کہ انہوں نے ٹوکیو میں پاکستان ڈونرس کانفرنس کے دوران ایران کے وزیر خارجہ سے بات چیت کی تھی، جس سے اس بات کا اشارہ ملتا ہے کہ دونوں ممالک کئی دہائیوں سے جاری باہمی کشیدگی کو ختم کرنا چاہتے ہیں، امریکی صدر براک اوباما نے ایران کو الگ تھلگ کرنے کی سابق صدر جارج ڈبلیو بش کی پالیسی کے برخلاف اس کے ساتھ تعلقات ہموار کرنے کی کوشش ظاہر کی تھی اور امریکی حکام نے حالیہ بین الاقوامی میٹنگوں میں ایران کی شرکت کا خیر مقدم کیا تھا۔

## وفیات

۲/اپریل ۲۰۰۹ء بروز جمعرات کو''جامعہ دارالقرآن'' سرخیز احمدآباد گجرات کے مہتمم مولانا مفتی امتیاز احمد صاحب کا چالیس سال کی عمر میں راہی ملک بقا ہوگئے "انا للہ وانا الیہ راجعون"۔

مفتی صاحب کے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ، ایک لڑکا، تین لڑکیاں موجود ہیں، موصوف نہایت ہی خلیق، ملنسار، شفیق اور خوش مزاج تھے، اللہ تعالی نے ان کی ذات سے بہت کام لیا، جہاں آپ ایک مدرسہ کے مہتمم تھے وہیں تقریباً چالیس سے زائد مکاتب ومدارس آپ کی زیرنگرانی دینی وتعلیمی خدمت انجام دے رہے تھے، اس کے علاوہ آپ ضرورت کی جگہوں پر مساجد کی تعمیر، پانی کے لیے ٹیوب ویل کروانے اور ائمہ مساجد کی تعیین اور ان کی تنخواہوں کا انتظام کروانے کا کام بھی آپ تادم حیات کرتے رہے۔

اللہ تعالی مفتی کی بال بال مغفرت فرمائے، جنت میں اعلی مقام نصیب فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، نقوس اسلام کے تمام قارئین سے حضرت مفتی صاحب کی مغفرت اور بلندی درجات کے لیے دعا کی درخواست ہے۔